لیکن اس کے باوجود کتاب اپنی ترتیب خصوصاً سیاسی معلومات کے لحاظ سے قابل قدر ہے، اور اردو تصنیفات مین ایک اچھا اضافہ ہے،

انوار العیون فی اسرار المکنون، یہ رسالہ حضرت مخدوم شاہ احمد عبد الحق صاحب توشہ قدس اللہ سرہٗ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسکو حضرت مولانا عبد القدوس گنگوہی نے حضرت مخدوم کی وفات کے تقریباً نصف صدی بعد نوین صدی ہجری مین مرتب کیا تھا، اسلیے یہ مجموعہ آپ کے حالات مین سب سے قدیم اور مستند کتاب ہے، اسمین حضرت مخدوم کے بچپن سے لیکر وفات تک کے جستہ جستہ حالات ہین، ابتدائی تعلیم، منازلِ سلوک مین مجاہدات، ریاضتین، وجد وحال، فقر واستغنا، زہد وورع اور خوارق عادات وغیرہ ضمناً کہین کہین بعض صوفیانہ مسائل کی تشریح بھی آ گئی ہے، ان واقعات کے علاوہ تاریخی حیثیت سے بھی کار آمد ہے، حضرت مخدوم کا زمانہ آٹھوین صدی کا اول اور آخری صدی کا آخر ہے، یہ وہ زمانہ ہے کہ دلی مین تغلقون کا چراغ گل ہو رہا تھا اور جونپور مین شاہانِ شرقی کا اوجِ کمال تھا، انھین ایام مین حضرت مخدوم نے بہار سے پنجاب تک کی سیاحت کی، اس سلسلہ مین جابجا اس عہد کے بعض علما اور صوفیہ کے حالات بھی ملتے ہین، خصوصاً جونپور کے صلحا، اور اعیان کا تذکرہ نسبۃً زیادہ ہے، اس رسالہ کا ایک ترجمہ اصل فارسی کیساتھ عرصہ ہوا شائع ہوا تھا لیکن قدیم طرز کی وجہ سے زیادہ مفید نہ تھا، زیر تبصرہ ترجمہ حکیم شاہ عزیز احمد صاحب نے متن فارسی سے علیحدہ شائع کیا ہے، اور یہ بہ نسبت گذشتہ ترجمہ کے زیادہ صاف و سلیس ہے، اس قسم کے لٹریچر سے دلچسپی رکھنے والون کے لیے عام طور پر، اور وابستگانِ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے لیے خاص طور پر دلچسپ ہے، ضخامت ۹۶ صفحات، کاغذ سپید، کتابت وطباعت روشن، البتہ مطبعی اغلاط بہت ہین، قیمت ۱۲؍، حکیم شاہ عزیز احمد صاحب درگاہ شریف رودولی ضلع بارہ بنکی سے طلب کیجیے،

"ر"

جلد بست و چہارم | ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ وسمبر ۱۹۲۹ء | عدد ۶

مضامین

شذرات

اس مہینہ کا سب سے بڑا علمی اور تعلیمی حادثہ دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانی کی وفات ہے، دیوبند کا مدرسۂ عالیہ اگر ہمارے پرانے مذہبی مدارس کی روح ہے، تو اس مین شک نہین کہ اس مدرسہ جاریہ کی روح، حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب عثمانی تھے، مرحوم شاید اس مدرسہ کے مقدس بانیون کی آخری یادگار تھے وہ ایک مشہور عالم متبحر اور عربی کے ادیب تھے، دیگر علوم کے علاوہ عربی نظم و نثر پر ان کو یکسان قدرت حاصل تھی، اسلامی تاریخ سے بھی اُن کو ذوق کامل تھا، اردو انشا مین اُن کا سلیقہ خاصہ تھا، رسالہ القاسم اُن کی علمی کوششون کی پوری تاریخ ہے، اُن کی اردو تصانیف مین، اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی، ایک ضخیم کتاب ہے، ان سب کے ساتھ جس چیز مین وہ اپنی جماعت مین سب سے زیادہ ممتاز تھے، وہ انکا تدبر، حسنِ سیاست اور نظم و نسق کی قوت تھی، انھون نے ۱۳۲۵ھ سے ۱۳۴۷ھ تک جب تک اُن کی جان مین جان رہی مدرسۂ دیوبند کے اہتمام او نظم و نسق کی خدمت انجام دی،

اُن کی محنت، جانکاہی، اور مسلسل خدمات کے ساتھ ساتھ اگر اُن کی جسمانی نحافت، کمزوری اور دائمی بیماری کو دیکھا جائے تو تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر وہ اس بارِ گران کو اٹھائے ہوئے ہین، ان سب سے مافوق ان کا اخلاص، تقویٰ، تواضع اور ہر ایک سے حسن خلق کا برتاؤ تھا، راقم الحروف کو مولانا سے سب سے پہلے اپنے ختم طالب العلمی کے بعد آکر دیوبند مین ۱۳۲۵ھ مین ملنے کا اتفاق ہوا، اُس وقت سے لیکر آخر تک ان کا یکسان طریقِ محبت قایم رہا، سب سے آخری دفعہ اسی سال علی گڈھ مین اُن کی زیارت اُن کے ہمنام نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی کے دولت کدہ پر ہوئی، دیکھا کہ ضعف و لاغری سے فضل و کمال کا یہ ماہِ درخشان اب ہلال بنکر رہگیا ہے،

اب یہ ہلال بھی محاق ہو کر دنیا کی نگاہون سے چھپ گیا ہے، انا للہ،

سال ختم ہو رہا ہے، مگر امسال دار المصنفین سے سوائے "اسلامی قانون فوجداری" کے دوسری کتاب شایع نہ ہو سکی اس کی وجہ یہ ہے کہ امسال دو کتابین اور زیر طبع ہین، مگر دونون اس قدر طویل اور ضخیم ہوتی گئین کہ سال ختم ہو گیا مگر وہ ختم نہ ہوئین، ایک کتاب تو، "اسلام اور اس کے قوانین جنگ" ہے، جسمین اسلام کی روا داری جہاد اور اس کے اسباب و اغراض، دوسری غیر قومون کے حقوق، ان سے لڑائی اور صلح کے احکام، دوسرے مذاہب اور موجودہ متمدن حکومتون کے قوانینِ جنگ سے مقابلہ اور موازنہ، یہ کتاب شاید پانچ سو صفحون مین ختم ہو، آدھی سے زیادہ چھپ چکی ہے، شاید دو مہینے مین پوری ہو سکے،

دوسری کتاب رقعات عالمگیری ہے، ایک جلد اصل کتاب یعنی رقعات کی، جسمین سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے وہ خطوط جمع ہین جو اُس نے شہزادگی مین برادرانہ جنگ تک اپنے باپ، بھائیون اور دوسرے عزیزون کو لکھے، یہ جلد چار سو صفحون سے زائد پر تمام ہوئی ہے، اس پر ایک مقدمہ اردو مین لکھا گیا ہے، جس کا نام مقدمۂ رقعاتِ عالمگیری" ہے اسمین انھین خطوط کی روشنی مین عالمگیر کی برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات پر ... صفحون مین تبصرہ کیا گیا ہے، شروع مین شاہانہ مراسلات اور صیغۂ انشا کی محققانہ تاریخ ہے، اصل کتاب رقعات کی جلد اول چھپ گئی ہے، صرف لوح چھپنی باقی ہے جو بہت اہتمام سے رنگین و مطلا چھپ رہی ہے، مقدمہ کے چند صفحے باقی ہین، امید یہ ہے کہ جنوری کے آخر مین رقعات عالمگیری اور مقدمہ ہم شایقین کے ہاتھون مین دے سکین، یہ دونون کتابین مستقل ہین اور ان کی الگ الگ قیمتین ہون گی،

دار العلوم ندوۃ العلماء کے گریجویٹ علما مین مولانا سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم اے پروفیسر عربی

اسلامیہ کالج کلکتہ اس حیثیت سے خاص طور پر ممتاز ہین کہ وہ ایم اے ہو کر بھی یہ نہین بھولے ہین کہ وہ عالم ہین
چنانچہ وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی "عالمانہ کام" انجام دیتے رہتے ہین، ہمارے مستشرقین نے اسلامی تاریخ کے تمام
گوشون کی تحقیقات سے فارغ ہو کر اب ہمارے خالص علوم دینیہ کا جائزہ لینا شروع کیا ہے، چنانچہ علم حدیث
اور تصوف یہ دو علم خاص طور سے آج کل اُن کی کوششون کے آماجگاہ ہین، اس سلسلہ مین اسلامی تصوف
کے ماخذ اور تاریخ پر انگریزی مین پروفیسر نکلسن نے بحثین کی ہین، اور کتابین لکھی ہین جنمین یہ ظاہر کیا ہے کہ
تصوف خود اسلام مین نہین، بلکہ وہ اُس مین باہر سے آیا ہے، پروفیسر مظفر الدین ندوی نے ابھی حال مین ایک
مفصل و محقق مضمون پروفیسر نکلسن کی تردید و تنقید مین اسلامک ریویو مین انگریزی مین لکھا ہے، اور ہمین یہ لکھتے
مین خوشی ہے کہ اہلِ نظر نے عزیز موصوف کے اس مضمون کو بہت پسند کیا، اللہ تعالیٰ توفیق مزید ارزانی فرمائے،

مسلمانون نے تیسری صدی ہجری تک فلسفیانہ و متکلمانہ مباحث مین جو محققانہ کتابین لکھی ہین، وہ عموماً کتاب المقالات یا کتاب الآراء والدیانات کے نام سے لکھی ہین، دیگر علماء کے علاوہ امام ابو الحسن اشعری نے مقالات الاسلامیین کے نام سے ایک بڑی کتاب لکھی تھی، امام موصوف کے ایک دو رسالے دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن نے شایع کئے تھے، اب نہایت خوشی کی بات ہے کہ گذشتہ سال قسطنطنیہ مین امام اشعری کی کتاب مقالات الاسلامیین کی پہلی جلد چارسو صفحون مین چھپی ہے، ہم نے اس کتاب کے نسخے منگوائے ہین جو صاحب خریدنا چاہین وہ اطلاع دے سکتے ہین، قیمت غالباً پچیس روپے کے قریب ہوگی،

مصر و شام مین آجکل علم حدیث اور متعلقاتِ علم حدیث کی متعدد کتابین چھپی ہین، چنانچہ صحیح بخاری کی پرانی شرحین، فتح الباری اور عمدۃ القاری نئی چھپ گئی ہین، انکے علاوہ ابن حزم کی محلّی (جلد اول) اور الاحکام فی اصول الاحکام (آٹھ جلدون مین) اور حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کے ذیل مصنفہ ابو المحاسن دمشقی اور علامہ سیوطی اور امام ابن جوزی کی کتاب التحقیق فی اختلاف الحدیث اور دفع شبہۃ التشبیہ اور ابن عساکر کی تبیین کذب المفتری فیما نسب الی ابی الحسن الاشعری وغیرہ کتابین چھپ گئی ہین، افسوس کہ ہمارے سفینے پیدا اور سینے ناپید ہورہے ہین،

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ پنجاب کے مسلم آوٹ لک سے ہندوستان مین مسلمانون کا ایک بھی قابل ذکر انگریزی اخبار نہین، ہفتہ وار مسلمان کلکتہ خدا جانے کس طرح جی رہا ہے، وہان مسلم کرانیکل بڑی شان سے ہفتہ وار نکلا تھا، مگر وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا، علی گڑھ کا "میل" اب شاید مال گاڑی ہے، پچھلے سال صوبۂ متحدہ کے مسلمانون کی طاقت سے ایک روزانہ انگریزی اخبار نکلنے والا تھا، مگر طاقتین متحد نہ ہوئین،

اس سلسلہ مین الہ آباد سے امید کا ایک نور چمکا ہے، یعنی اسٹار (ستارہ) نام ایک ہفتہ وار انگریزی صحیفہ نکلنا شروع ہوا ہے جو سیاسی، اصلاحی، علمی اور تعلیمی تمام ضرورتون پر حاوی ہے، غالباً ڈاکٹر شفاعت احمد خان اسکے روح روان ہین، اب تک اس کے جتنے پرچے نکلے ہین وہ ظاہری و معنوی خوبیون سے آراستہ ہین، طرز سیاست مین لوگون کا اختلاف ہو سکتا ہے، مگر انگریزی دان مسلمانون کا کام ہے کہ وہ اسکو خرید کر اسکی ہمت افزائی کرین، سالانہ چندہ ۱۲ روپے ہے، پتہ:- اسٹار الہ آباد

کیا عجیب بات ہے کہ ایک طرف مسلمان سارد اایکٹ کے خلاف اس لئے بیجا احتلاف کر رہے ہین، کہ یہ مذہب مین مداخلت ہے، اور عورتون پر ظلم ہے، مگر دوسری طرف یہی مسلمان خود اپنے عمل کا یہ ثبوت دے رہے ہین کہ متعدد صوبون مین خود اپنے ہاتھ سے بیجا مداخلت در عورتون پر ظلم کر رہے ہین کہ بر بنائے رواج انکی جائز شرعی وراثت نہین دیتے، پنجاب کونسل مین میان عبد الحیٰ صاحب کی تجویز پیش ہے کہ انکو انکا جائز حق قانوناً دلایا جائے، دیکھین مذہب مین مداخلت کا ماتم کرنیوالے رواج مین مداخلت کو کہان تک ہنسی خوشی منظور کرتے ہین، حکومت پنجاب شاید یہ کہے کہ یہ اصلاح گو کسی قدر مذہبی بھی ہو مگر چونکہ لوگ نہین چاہتے اس لئے جبراً یہ قانون نافذ نہین ہو سکتا، لیکن کیا یہ اصول مرکزی حکومت کے سامنے سارد اایکٹ کی منظوری کے وقت پیش نظر نہ تھا؟

مقالات

مسلمانانِ ہند کا نظام شرعی

باز گلبانگِ پریشان می زنم

پچھلے نومبر کے شذرات مین ہم نے سارد ا ایکٹ کے سلسلہ مین جس نظام شرعی کی طرف ضمناً اشارہ کیا تھا، [illegible] کہ اُس نے بعض دلون مین گھر پیدا کیا، اور پنجاب و بہار سے اُس کی تائید مین دو مخلص کار فرما حضرات کی تائیدین موصول ہوئین،

لیکن سوال یہ ہے کہ وہ نظام شرعی کیا ہو، اس سوال کا جواب دینا چند قانون دان، معاملہ شناس، ماہر سیاست زعماء اور علماء کی مجلس کے متفقہ فیصلہ کا کام ہے، لیکن صرف مسئلہ کو چھیڑنے کے لئے ہم اُس تحریر کو آج پھر پیش کر رہے ہین، جو آج سے بارہ برس پیشتر نومبر ۱۹۱۷ء مین اُس وقت معارف مین لکھی تھی، جب مانٹیگو وزیر ہند ریفارم اسکیم کا کھلونا لیکر ہندوستان آئے تھے، اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے لوگ وفد اور جماعت بنا بنا کر اپنی آرزؤن اور تمناؤن کو دربارِ وزارت مین پیش کر رہے تھے،

اُس وقت فرنگی محل مین مولانا عبد الباری صاحب مرحوم کی دعوت پر زعماء اور علماء کی ایک مجلس قرار پائی تھی، کہ مسلمانون کے یا علماء کی طرف سے مطالبات کیا پیش ہون، مجلس کا جو حشر ہوا، وہ تو ہوا، مگر اسی سلسلہ مین یہ تحریر معارف کے صفحات مین نکلی، کہ مذہبی حیثیت سے اگر علماء کے مانگنے کی کوئی چیز ہے، تو یہ ہے کہ وہ مسلمانون کی تنظیم مذہبی کا شیرازہ مانگین،

یہ مضمون اُس ماحول اور فضا مین لکھا گیا تھا جو آج سے بارہ تیرہ برس پہلے ملک مین تھی، اُس وقت نہ خلافت کانفرنس تھی، نہ جمعیۃ علماء کا وجود تھا، نہ ٹرکی کا انقلاب پیش آیا تھا، نہ سوراج اور قومیت کی یہ تفسیر تھی

نہ مسلمانون مین مذہب اور علمائے مذہب کے خلاف "پوپیت" اور "برہمنیت" کی پھبتیان چسپ کیجاتی تھین،

اس مضمون مین شیخ الاسلام کا پُرانا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ یہ اُس وقت معززترین لفظ تھا، لفظ کی بحث کیا ہے، اسکی جگہ آپ صدر رئیس، قاضی القضاۃ، یا اور کوئی لفظ بنا لیجئے، اسی طرح اسمین جمہوریت اور شورائیت کا عنصر نہین رکھا گیا، جو آج کی فضا مین ضروری معلوم ہوتا ہے،

بہر حال یہ مضمون صرف سلسلۂ بحث کا ایک بنیادی پتھر ہے، جس پر عمارت اٹھانا اور اُسکا نقشہ بنانا لائق انجنیرون کا کام ہے، مضمون مذکور حسب ذیل ہے:-

"مسلمانانِ ہند کی تنظیم مذہبی"

"بتقریب اجتماع فرنگی محل"

باز گلبانگِ پریشان میزنم — آتشے در عندلیبان می زنم

حجلۂ گل بہر من کردند و من — سر بدیوارِ گلستان می زنم

ہندوستان کی آبادی جس طرح سیکڑون مختلف قومیتون کا مسکن ہے، اسی طرح سیکڑون مختلف مذہبون اور ملتون کا مرکز ہے، لیکن اسلام کی حیثیت ان سب سے الگ ہے، دنیا کے تمام مذاہب پہلے مذہب بنے، اور اس کی ایک مدت کے بعد وہ حکومت اور فرمان روائی تک پہونچے، پہلے کلیسا اور دیر ان کے ہان تعمیر پائے، اور پھر قصر و ایوان انکو نصیب ہوئے، پہلا قدم منبر پر رکھا، اور صدہا سال کے بعد ان کا دوسرا قدم تخت و سریر پر پڑا، پہلے گوشہ نشین کاہن اور قسیس پیدا ہوئے، اور اس کے بعد فاتح اور کشور کشا ملوک اور سلاطین،

لیکن اسلام مذہب اور حکومت ساتھ ساتھ بنا، اس کا دیر و کلیسا اور ایوان و قصر ایک ہی سادہ عمارت تھی، اس کا منبر اور تخت ایک ہی ہیزمی نشستگاہ کے دو نام تھے، اسکے رات کے گوشہ نشین کاہن و قسیس ہی دن کے کشور کشا ملوک و سلاطین تھے، وہ جس دن مذہب بنکر آسمان سے اُترا اسی دن اُس نے روے زمین پر اپنی بادشاہی

کا فرمان پڑھا،

دین اور دنیا کا اختلاط اور جامعیت خواہ فلسفۂ مذاہب کے رو سے عیب ہو یا ہنر ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی حقیقت یہی ہے، اس کے داعیِ اول نے یروشلم کے واعظ (حضرت عیسیٰ) کی طرح یہ نہین کہا کہ "جو قیصر کا ہے، وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے، وہ خدا کو دو" اس کے نزدیک قیصر کا حکم خدا کے حکم کے سوا کچھ اور نہین ہونا چاہئے،

اب تاریخی حیثیت سے غور کرو کہ ہندوؤن کے وید غیر معلوم عہد تاریخی مین ترتیب پائے، لیکن انکی حکومت کا سلسلہ عہد تاریخی کے اندر ہے، ان کے ہان برہمن مذہب کے لئے اور راجپوت حکومت کے لئے ہے، یہودیون کا مذہب حضرت موسیٰؑ کے عہد مین پیدا ہوا، لیکن فرمان روائی کا دن حضرت داؤدؑ کی پیدائش سے شروع ہوا، پارسیون مین زردشت بانیِ مذہب تھا، بانیِ حکومت نہ تھا، یروشلم کے مسیحی فقرا کو چار سو برس کے بعد قسطنطنیہ کے سواحل پر فرمانروائی کا نظارہ دکھائی دیا، دنیا کے دیگر مذاہب کا بھی کم و بیش یہی حال ہے،

اس اختلاف کا ضروری اور لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کے آئین و قوانین مذہبی مین حاکمانہ اور مقتدرانہ روح موجود ہے، وہ صرف نظری نہین بلکہ عملی مذہب ہے اور اس کے احکام صرف واعظانہ نہین بلکہ نافذانہ اختیارات رکھتے ہین، زندگی کے بہت سے لوازم و ضروریات جو دوسرے مذاہب مین متروک یا غیر ضروری سمجھے گئے ہین، وہ اس کے نزدیک فرض اور واجب ہین، نکاح، طلاق، وراثت، تفریق بین الزوجین، فسخِ نکاح، شفعہ وہ احکام ہین جن کے مسائل دوسرے مذاہب مین مطلق نہین ہین، یا بہت کم ہین خصوصاً ہندو قوم تو سرے سے ان مباحث سے پاک او معرّیٰ ہے، اسلام مین نکاح کے قواعد اور اسکی صحت کے شرائط، رمضان و عیدین، طلاق، ابطالِ نکاح، فسخِ نکاح، تفریق، معاملاتِ شفعہ، تعزیرات و حدود، قربانی، انتظاماتِ حج، اوقاف، مساجد، مدارس غرض سیکڑون مذہبی فرائض ہین جنکی تنظیم و ترتیب کی حاجت ہے،

اصل یہ ہے کہ دیگر مذاہب مین چونکہ حاکمانہ اختیارات کا عنصر عملی نہین ہے، اس لئے احکام کے نفاذ کی حیثیت ان مین محض شرعی اور دینی ہے، لیکن اسلام مین یہ دونون حیثیتین الگ الگ نہین، اس لئے اس کے

احکامِ شرعی کے لئے نافذانہ قوت ایک ضروری شے ہے، اسلام کا بادشاہ اسکا امام ہوتا ہے، اس کے حکام شرع کے قاضی ہوتے ہین، اسکے سپاہی مجاہدین ہوتے ہین، اس بنا پر اسلام دنیا کے جس خطہ مین پہونچا، وہ مذہب و حکومت ساتھ لیکر گیا، لیکن دوسرے مذاہب کی حالت اس سے مختلف ہے، وہ محکومانہ یا وحشیانہ حالت مین پیدا ہوئے، او اسی حالت مین انھون نے نشو و نما پائی، اس لئے وہ حاکمیت کے بغیر بلکہ نظمِ حکومت کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہین،

چھ سو برس تک جب تک اسلام اپنی حاکمانہ قوت کے ساتھ روئے زمین پر فرمان روا رہا، اسکے تمام احکام شرعی اپنی اصلی حالت پر انجام پاتے رہے، عہدِ نبوت سے لیکر چھٹی صدی ہجری تک جب تک خلافت عباسیہ برائے نام بھی قائم رہی، ان کے زیر اثر تمام دنیائے اسلام کی مذہبی زندگی برقرار رہی، تاتاریون کے سیلاب نے اگرچہ آن واحد مین عراق، ترکستان اور ایران کی مذہبی عمارتون کو مسمار اور اسلامی آبادیون کو ویران کر دیا تاہم چند ہی سال کے بعد مسلمانون نے اس نئی حکومت کے تمام جزو و کل پر قبضہ کر لیا، چنانچہ نئے سرے سے مسجدین آباد ہوئین، قضاۃ کا تقرر ہوا، ائمہ نصب ہوئے، انکے اوقاف کے انتظامات ہوئے، مدارس عربیہ کھل گئے، ان کے بعد ترکون مغلون اور پٹھانون نے خروج کیا، چونکہ ترک مغل اور پٹھان بادشاہون کو وہ دینی وقار اور مذہبی تقدس حاصل نہ تھا، اس لئے حکومتون مین شیخ الاسلام کا ایک جدید عہدہ وضع ہوا، بادشاہ کی دینی و دنیاوی دو مرکب اور ممزوج حیثیتون مین سے وزیر دنیاوی اور شیخ دینی حیثیت کے مظہر تھے،

ہندوستان مین بھی یہی طرزِ عمل جاری تھا، صدر جہان ایک خاص عہدہ تھا، جسکی زیر نگرانی تمام مذہبی احکام اور فرائض انجام پاتے تھے، قاضی ہوتے تھے، جو مذہبی احکام فیصل کرتے تھے، برطانیہ نے ہندوستان پر جب قبضہ کیا ہے تو یہ سب عہدے قائم اور جاری تھے، اور ابتدائے عہدِ انگریزی تک جاری رہے، چنانچہ غدر تک کے فیصلون پر "خادمِ شریعت قاضی ....." کی مہرین کاغذات سرکاری پر ملین گی، لیکن رفتہ رفتہ یہ عہدے ٹوٹتے گئے، اور آخر معدوم محض ہو گئے، بعض صوبون مین مثلاً بنگال مین "قاضیٔ نکاح" کا عہدہ صرف رہ گیا ہے جسکی حیثیت اسی قدر ہے کہ وہ ایک "رجسٹرِ نکاح" کا مالک ہے اور دس پندرہ ماہوار سے اسکی خدمت کیجاتی ہے،

ہندوستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک جو مسلمانون سے نکلکر فرانس، اٹلی، اسٹریا، امریکہ، روس، ریاستہاے بلقان،
ہالینڈ کے زیر اختیار آئے ہین، معاہدون کے روسے ابتک یہ شیخ الاسلام کے ہاتھ مین ہین، بعض یوروپین سلطنتون نے
خود اپنے زیر حکم شیخ الاسلام مسلمانون کے لئے مقرر کر رکھا ہے جو انکی مسلمان رعایا کا مذہبی نگران ہے، چنانچہ روس، الجزایر،
ٹیونس، طرابلس، بوسنیا، ہرزیگوینا، بلگیریا، فلپائن وغیرہ مین اسی طریقہ پر مسلمانون کے لئے خاص انتظامات ہین،

ہندوستان مین جو اسلامی ریاستین ہین، بلکہ بعض ہندو ریاستون تک مین مسلمانون کے مذہبی احکام
اور فرائض کے لئے مذہبی عہدہ دار قائم ہین، حیدرآباد مین ناظم امور مذہبی کا ایک مستقل صیغہ ہے، بھوپال مین قاضی
مفتی کے عہدے ہین، مجلس العلما قایم ہے، ہندو ریاستون مین سے بڑودہ مین **قاضی** کا خاندان ایک مدت سے
چلا آتا ہے، گوالیار مین مفتی ہین،

ہندوستان مین مسلمانون کے مذہبی امور سخت انتشار اور بے ترتیبی کی حالت مین ہین، مسجدین ویران
ہین، اماموں اور موذنون کی حالت سخت قابلِ اصلاح ہے، مدرسے کس مپرسی مین پڑے ہین، ہندوستان مین
جس قدر مذہبی مدارس ہین ان مین کوئی باہمی نظم و سلسلہ نہین، اوقاف کی حالت سخت قابلِ افسوس ہے اور
روز بروز وہ شخصی تغلب مین آتے جاتے ہین، مسلمانون کی ابتدائی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہین، ملک کے بڑے بڑے
طبقے مذہبی جہالت کی بنا پر اسلام اور حکومت دونون کے لئے خطرناک ہین، طلاق و نکاح و فسخ و تفریق کے
ہزارون معاملات جو دن رات پیش آتے ہین، تمام ہندوستان مین مسلمانون کے لئے انکا کوئی انتظام نہین
اس کے لئے گورنمنٹ کی سول عدالتون کو تکلیف گوارا کرنی پڑتی ہے، جسمین ایک طرف تو عدالتون کی اصول
اسلامی سے ناواقفیت کی بنا پر نہایت شدید غلطیان سرزد ہوتی ہین، دوسری طرف مسلمانون کو انکے مذہبی
احکام مین غیر مسلم عدالتون کی مداخلت سے آزردگی و ناگواری پیدا ہوتی ہے، اور اکثر علماء کے نزدیک ان معاملات
مین غیر مسلم عدالتون کا فیصلہ قبول کرنا ناجائز ہے،

ادنیٰ اور متوسط مسلمان طبقون کی اجتماعی حالت ہندوستان مین تنظیم مذہبی نہ ہونے کے باعث سخت

تکلیف مین ہے، اور اگر اس دعویٰ کی مزید تشریح کی ضرورت ہو تو دار المصنفین، ندوۃ، دیوبند اور دیگر عربی مدارس اور ممتاز علماء
کے ہان جاکر روزانہ ڈاک مین استفسار کے خطوط پڑھو، اس سال کے اخبارات کا فائل "زوجہ معلقہ" کے متعلق شکوہ و گریہ
و نیز مضامین سے مملو ہے، اسی طرح مسلمان خواتین کی کثیر تعداد کس مپرسی مین گرفتار ہے، ابھی میرے پاس جالون سے ایک خط آیا
ہے جسمین ایک شریف خاتون کی سرگذشت لکھی ہے جو ایک ظالم شوہر کے پنجہ مین گرفتار ہے، مولانا **اشرف علی** صاحب
نے لکھا کہ کسی اسلامی ریاست مین جاکر قاضی کے سامنے تفریق کرالو، لیکن جب بھوپال کے قاضی صاحب کو لکھا گیا
تو انھون نے بہت درست جواب دیا کہ چونکہ فریقین مین سے کوئی ریاست بھوپال کا باشندہ نہین، اس لئے مجھکو
مداخلت کا حق نہین،

مسجدون کے مقدمات پڑھئے، مقلد، غیر مقلد، حنفی، شافعی، قادیانی وغیرہ کے مقدمات کس کے سامنے پیش
ہوتے ہین، مسٹر **جمیس** کے آمین بالجہر اور بالسر کے مسئلہ کا کون فیصلہ کرتا ہے، مسٹر **گھوش** نکاح و طلاق کے صحت و عدم
صحت کا کون فرمان جاری کرتا ہے؟ **ہرنام سنگھ**، قرآن، کتب احادیث اور فتاویٰ فقہ کا کہان ڈھیر لگتا ہے
بوٹ کی جگہ پر، فیا دمعتا علی الاسلام! و یا دمعتا علی المسلمین!

اوقاف کی حالت پر غور کرو، تمام ہندوستان مین مسلمانون کے کرورون روپیے کے اوقاف ہین، وہ انتظامًا
جس قدر بے ہاتھون مین ہین انکا رونا ہر روز اسلامی اخبارات مین ہوتا ہے، جس کار خیر کیلئے وہ وقف ہین اسمین انکا
کس قدر حصہ صرف ہوتا ہے، وہ ذاتی جائداد کی طرح متولیون کے موروثی قبضہ مین ہین اور روز بروز برباد ہوتے جاتے ہین،

قربانی، رمضان، عیدین کے موقعون پر مذہبی انتظامات جاری کرنا، تاریخون کا متعین کرنا، رویتِ ہلال کے اطلاعات
بہم پہونچانا، حج کے لئے مختلف شہرون مین اور خصوصًا بمبئی مین انتظام اور حاجیون کے مصائب کا کم کرنا، ایسی
ضرورتین ہین، جنکے لئے مستقل صیغہ کی ضرورت ہے، اور گورنمنٹ نے ان مین سے بعض کے لئے مثلًا
محافظتِ حجاج کے لئے انتظامات کئے بھی ہین، لیکن تمام ہندوستان کا اس سے انتظام نہین ہو سکتا،

الغرض ہندوستان مین مسلمانون کی مذہبی حالت ایسی افراتفری اور پراگندگی کی حالت ہے کہ شاید

دنیا کے کسی خطہ مین جہان مسلمان آباد ہون، اس قدر پراگندہ اور منتشر نہ ہوگی، یہ حالت مسلمانون کے لئے اور حکومت کے لئے دونون کے لئے قابل غور ہے، اور اس لائق ہے کہ ہماری حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار، ہمارے رہنمایان سیاسی اور ہمارے علمائے دینی سب مل کر ان معاملات پر غور کرین، اور کوئی مستقل اور پائدار تدبیر ان کے لئے اختیار کرین،

ہمارے نزدیک بہترین تدبیر یہ ہے کہ اسلام کی گذشتہ روایات اور موجودہ رسوم جاریہ کے مطابق مسلمانون کے لئے ایک مذہبی صیغہ ہندوستان مین قایم کیا جائے جسکا اعلیٰ عہدہ دار شیخ الاسلام ہو جسکی عزت ووقار کا سرکاری طور سے اعتراف کیا جائے اس کو ایک بڑی تنخواہ دیکر اس کے اعزاز کو بڑھایا جائے، اس کا تقرر مسلمان جماعتون کے انتخاب اور گورنمنٹ کی منظوری سے ہو، اس کے ماتحت صوبون مین اور صوبون کے ماتحت ضلعون مین اس کے عہدہ دار ہون جو اپنے حدود کے انتظامات کرین اس صیغہ کے ماتحت حسب ذیل چیزین ہون، احکام و مسائل شرعی کا اجرا اور نفاذ، منازعات مذہبی کا فیصلہ، اوقاف، مساجد اور مدارس کا انتظام، دار الافتاء کا قیام، یہ تمام صیغے واقف قانون ذی فہم، اور روشنخیال علماء کے ماتحت ہون، جنکو مخصوص نصاب تعلیم کے مطابق پڑھایا جائے، ورنہ ڈر ہے گا کہ مسلمانون کے پاؤن مین ایک نئی آہنی بیڑی نہ پڑ جائے،

اس تجویز کی منظوری کے لئے دو فریق مخاطب ہین، مسلمان اور گورنمنٹ، مسلمانون کو تو بدل وجان یہ تجویز منظور ہوگی[1]، اب رہگیا گورنمنٹ کا معاملہ جس کی اعانت کے بغیر یہ کام انجام نہین پا سکتا، گورنمنٹ کی خدمت مین عرض ہے کہ ہم مسلمان اُس سے ایک ایسی چیز کے خواہشمند ہین جس کے ہم جائز حقدار ہین،

(۱) ہماری قوم مین مذہباً اور قانوناً جب تک ہم دنیا کے فرمان روا رہے، یہ عہدہ قایم رہا،

(۲) ہندوستان کے گذشتہ عہد مین بھی یہ صیغہ قائم تھا،

(۳) تمام بلاد اسلامیہ مین جہان جہان مسلمان آباد ہین، اور جن مین سے اکثر یورپین طاقتون کے ماتحت ہین

[1] یہ سنہ ۱۵ کی بات ہے، اب نہین معلوم،

اور امریکہ کے ماتحت بھی کچھ حصہ ہے، وہان یہ صیغہ خود سرکاری انتظام و اعانت سے موجود ہے،

(۴) خود ہندوستان کی دیسی ریاستون مین بھی اس قسم کے انتظامات جاری ہین،

(۵) حکومت برطانیہ کے آغاز عہد مین اس قسم کے انتظامات ملک مین رائج تھے لیکن رفتہ رفتہ مٹ گئے، اور چونکہ ہماری قوم مصائب غدر کے باعث اس درجہ مرعوب اور مبتلائے ہول تھی کہ وہ اپنی مذہبی بربادی اور جائز حقوق کے چھننے پر بھی کچھ بول نہ سکی، لیکن اب جبکہ ہماری قوم مین اشاعت تعلیم کے باعث امن وسکون پیدا ہو رہا ہے اور گورنمنٹ بھی مہربانی سے عطائے حقوق مین روز بروز فیاض ہو رہی ہے اس لئے چند سال پہلے جو غلطی حکمرانون سے ہوئی ہے ہم اسکی اصلاح کے طالب ہین قانون **وقف اولاد** کی مثال ہمارے سامنے ہے، انھین دلائل کی بنا پر جب اصلاح کا مطالبہ کیا گیا تو گورنمنٹ نے فوراً اپنی غلطی کا احساس کر کے ہمارا مطالبہ تسلیم کر لیا،

ایک اتنے بڑے عظیم الشان صیغہ کے قیام مین ممکن ہے کہ گورنمنٹ مالی دشواری محسوس کرے لیکن اسکا حل نہایت آسان ہے، جب ہمارے اوقاف اور دیگر مذہبی صیغون کی حالت درست ہو جائیگی تو خود بخود مصارف نکل آئین گے، مقدمات مین اسٹامپ کی آمدنی کافی ہوگی اور بہت سے نئے ذرائع پیدا ہو جائین گے،

اس وقت جبکہ وزیر ہند ہمارے درمیان موجود ہین، حقوق ملکی کی تفصیل اور مطالبہ ہر ہر فرقہ آزادی سے کر رہا ہے، ہمارے علمائے نے یکم نومبر کے اجتماع فرنگی محل مین اپنی مذہبی پریشان حالی کا احساس کر لیا ہے ۱۵/۲۰ نومبر کی تاریخون مین علمائے ہند کا مقدس وفد بارگاہ وزارت مین پیش ہو رہا ہے تو ان وجوہ سے اس مطالبہ اور درخواست کا اس سے بہترین موقع کوئی دوسرا نہ ہوگا،

لباس کا مسئلہ

از

مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی سابق اڈیٹر الجمعیۃ۔

مشرق کی مغلوب و پس ماندہ قومون مین، مغرب کی غالب و ترقی یافتہ قومون کی تقلید کا شوق جس قدر زیادہ بڑھتا جا رہا ہے، اسی قدر کثرت کے ساتھ اس تقلید کی مختلف اشکال کے جواز و عدم جواز کے مسائل پیدا ہوتے جا رہے ہین، اور اسی قدر شدت کے ساتھ قدامت پسند اور جدت پسند گروہون کے درمیان اختلافات بڑھ رہے ہین، ایک گروہ کے دل پر اپنی مغلوبیت کا داغ تازہ ہے، اور وہ مغرب سے عداوت کی بنا پر اس کی ہر چیز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، دوسرا گروہ مغلوب ہو کر مرعوب ہو گیا ہے، اس لئے وہ مغرب کی ہر چیز کو قدر و عزت کی نظر سے دیکھتا ہے، اور اسے اختیار کر لینا چاہتا ہے، بدقسمتی سے ان دونون گروہون نے کبھی ان عمرانی قوانین کو دریافت کرنے کی تکلیف گوارا نہین کی، جو مختلف قومون کے درمیان تہذیب و تمدن کے لین دین پر حاوی ہین، اور جن سے یہ تحقیق کیا جا سکتا ہے کہ ایک قوم کو دوسری قومون سے کیا چیز لینی چاہیے، ؟ اور کس طرح لینی چاہیے، ؟ کیا چیز چھوڑنی چاہیے اور کیون چھوڑنی چاہیے، کس چیز کا اخذ مفید ہوتا ہے؟ اور افادت کا سبب کیا ہے؟ اور کس چیز کا اخذ مضر ہوتا ہے؟ اور مضرت کی علت کیا ہے؟ اگر یہ اصحاب ان باتون پر ذرا سی زحمتِ فکر بھی برداشت فرما لیتے تو غالباً وہ عجیب و غریب چھوٹے چھوٹے مضحکہ خیز مسائل پیدا ہی نہ ہوتے، جو آج کل بحث و نظر بلکہ جنگ و جدل کے میدان بنے ہوئے ہین، اور اگر پیدا بھی ہوتے تو کم از کم ان پر اس قدر انوکھے اور غیر متعلق گوشون سے نظر نہ ڈالی جاتی جنکو ان مسائل سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے،

مثال کے طور پر آج کل ایک مسئلہ یورپین لباس کے ترک و اختیار کا چھڑا ہوا ہے، جس پر ہنگامہ خیز بحثین ہو رہی ہین، اور بعض اسلامی ممالک مین تو لفظی نزاع سے گذر کر اس نے جبر و ظلم اور خانہ جنگی تک نوبت پہونچا دی ہے، اصولی حیثیت سے اس مسئلہ مین غور طلب امور صرف یہ تھے کہ ایک قوم کا مخصوص طرزِ لباس کن مخصوص عوامل کا نتیجہ ہوتا ہے؟ اس طرز کا حسن و قبح کن اسباب کے تحت ہے؟ اس مین اصلاح و تغیر کیونکر ہوتی ہے؟ اور ایک قوم کے لباس و معاشرت پر دوسری قوم کے لباس و معاشرت کے اثر انداز ہونے کی فطری صورت کیا ہے؟ مگر جائے ماتم ہے کہ سطح بینی و کج نگہی نے اس مسئلے مین بحث و نظر کے ان تمام گوشون کو چھوڑ کر کچھ اور گوشے تلاش کر لئے ہین، اور ان سے نگاہ ڈال کر اس پر ویسی ہی عجیب و غریب رائین دیجا رہی ہین، جیسے کچھ لوگ مختلف جھرون اور سوراخون سے ایک ہاتھی کو جھانک کر دیکھین اور کوئی کہے کہ ہاتھی ایک سیاہ ستون ہوتا ہے، کوئی کہے کہ وہ ایک رسی ہے جس کے سرے پر پھندنا لٹک رہا ہے، اور کوئی کہے کہ وہ کسی جانور کا سپید سینگ ہے، ایک جماعت جس کے دل مین یورپ کے خلاف نفرت و عداوت کا جذبہ مشتعل ہے، اس کے نزدیک چونکہ یورپین لباس کافرون کا پہناوا ہے، اس لئے مطلقاً حرام ہے، خلافِ شرع ہے، اسکو پہن لینے سے انسان کافر یا کم از کم قریب بہ کفر ہو جاتا ہے، اور جو مسلمان اسکو استعمال کرین ان کے خلاف "جہاد" کرنا جائز بلکہ فرض ہے، اس کے مقابلے مین دوسری جماعت جو مغربی قومون کی شان و شوکت سے مرعوب ہو چکی ہے، اور خود بھی وہی شان و شوکت اپنے اندر پیدا کرنے کی خواہشمند ہے، اسکی رائے مین ہر قسم کا یورپین لباس استعمال کرنا نہ صرف حلال ہے نہ صرف عین مطابقِ شرع ہے، نہ صرف اختیاری جواز کی شان رکھتا ہے، بلکہ رائج الوقت قومی لباس کو ترک کر کے اسے اختیار کر لینا فرض ہے، اور فرض بھی ایسا کہ چاہے صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ جیسے فرائض کی پابندی بجبر نہ کرائی جائے، مگر اس فرض کی پابندی حاکمانہ جبر و قوت

او قانون کے زور سے کرانی ضروری ہے،

اگرچہ وہ تمام لوگ جو یورپین لباس کے مؤید یا مخالف ہین، ان انتہائی نقطون پر نہین ہین بلکہ بین بین کچھ نرم گرم، مائل بہ اعتدال بھی ہین، مگر یہ اعتدال کی طرف میلان بھی کسی صحیح اور معقول دلیل کی بنا پر نہین ہے، بلکہ صرف اتنا فرق ہوگیا ہے کہ ان لوگون نے ہاتھی کو ذرا بڑے سوراخون سے دیکھا ہے، باقی رہا دروازہ کھول کر پورے ہاتھی کو دیکھنا، سو اسکی زحمت ان اعتدال پسند حضرات نے بھی گوارا نہین فرمائی،

سب سے پہلی غلطی جو اس مسئلہ مین کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ بحث کا مدار محض شرعی جواز و عدم جواز کو بنا دیا گیا ہے، حالانکہ شریعتِ اسلامیہ اس مسئلے کے محض ذیلی نقطون سے مس کرتی ہے، اس کا سوادِ اعظم شریعت کے حدودِ بحث سے خارج ہے، اور بحیثیت شرعی اس کے جائز یا ناجائز ثابت ہوجانے سے ان تمام عمرانی و اجتماعی مسائل کا تصفیہ نہین ہوجاتا جو لباس کے مسئلے سے متعلق ہین، ظاہر ہے کہ شریعت کا کام لوگون کے لئے پہننے اوڑھنے کے فیشن مقرر کرنا نہین ہے، لباس کے لئے ایک تراش کو پسند کرنا، اور دوسری کو مردود ٹھہرانا اس کے دائرۂ عمل سے خارج ہے، نہ صرف لباس بلکہ معاشرت سے متعلق تمام امور مین وہ محض اخلاقی پہلو سے تعلق رکھتی ہے، اور اس کے متعلق اس نے چند قواعد کلیہ بنا دیئے ہین، اگر کوئی طریقِ معاشرت ان قواعد کے خلاف نہ ہو تو شرعاً اس پر کوئی اعتراض نہین ہوسکتا، لیکن صرف یہ بات کہ وہ شرعاً قابلِ اعتراض نہین ہے، اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہین ہوسکتی کہ ایک طریقِ معاشرت کو بدلکر دوسرا طریقِ معاشرت اسکی جگہ رائج کردیا جائے، مثال کے طور پر کھانے پینے کیلئے شارع نے صرف یہ قید لگائی ہے کہ وہ حرام نہ ہو، اب اگر کوئی چیز شرعی قواعد کی رو سے حلال ہے تو آپ کے لئے اس کا کھانا شرعاً جائز ہے، خواہ آپ اسکو کسی طریقہ سے پکائین، اور کسی طریقہ سے کھائین، یہ فیصلہ کرنا شریعت کا کام نہین ہے کہ آپ اسے انگریزی طریقہ پر ابالین، یا ہندوستانی

طریق پر بھونین، دسترخوان پر رکھین یا میز پر چنین، ہاتھ سے کھائین یا چھری کانٹے سے نوش فرمائین، مگر ان باقی ماندہ سوالات کے خارج از حدود شرعی ہونے کے یہ معنی کب ہین کہ اب کسی دوسری حیثیت سے بھی ان مسائل پر غور کرنے کی ضرورت باقی ہی نہین رہی، اور یہ فتویٰ دیدینا جائز ہوگیا کہ ہندوستان کے لوگ اپنے فطری مذاق کے خلاف ان چیزون کو کھانے لگین جو انگریزی مذاق کے مطابق ہین اور اپنی عادت کے خلاف خواہ مخواہ چھری کانٹے کی مشق کرنے لگین،

یہی حال لباس کا بھی ہے، صرف تین چیزین ہین جن کا شریعت آپ سے مطالبہ کرتی ہے، ایک یہ کہ عورتون اور مردون کے لئے جسم کے جن حصون کا چھپانا اس نے ضروری قرار دیا ہے، انھین آپ کھلا نہ رکھین، دوسری یہ کہ ان چیزون سے پرہیز کرین جو غیر مسلمون کے مذہبی شعائر مین داخل ہون جیسے زنار اور صلیب وغیرہ، تیسرے یہ کہ ایسا لباس پہنین جو نماز ادا کرنے مین مانع نہ ہو، اس کے علاوہ دو چیزین اور ہین جنکی وہ آپ سے سفارش کرتی ہے، ایک یہ کہ آپ لباس مین اسراف نہ کرین، دوسرے یہ کہ آپ کا لباس ایسا ہو جس سے لوگ آپ کو دیکھ کر مسلمان سمجھ سکین اور آپ سے مسلمان کا سا برتاؤ کرنے مین ان کو آسانی ہو، اگر آپ کا لباس ان قواعد کے مطابق ہے، تو اسلام کو اس پر کوئی اعتراض نہین ہے، اور شرعاً آپ مجاز ہین کہ جس وضع کا لباس چاہین پہنین، پجامہ، شلوار، اور تہمد، شیروانی، کوٹ، فرغل، عبا، اور انگرکھا، پگڑی، عقال، عمامہ، اور مختلف وضع کی ٹوپیان، منڈا، گرگابی، چپل، اور کھڑاؤن، یہ سب مختلف قسم کے پہناوے ہین، مختلف اسلامی ملکون مین رائج ہین، اور خدا جانے کن کن تغیرات کے بعد، کن کن قومون کے طرز لباس سے متاثر ہوکر اس شکل مین آئے ہین، ان مین سے کسی لباس کی تراش خراش، اور وضع و قطع اسلام نے مقرر نہین کی ہے، اور نہ کسی ایک کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے، کہ اسکی ایجاد کا شرف تنہا مسلمانون کو حاصل ہے، اور کسی غیر مسلم قوم کا اثر اسمین شامل نہین ہے، مگر باوجود اس کے سب متفق ہین کہ لباس کی یہ وضعین

خلافِ شرع نہین ہین، پھر اگر اسی قسم کی کچھ دوسری وضعین بھی مذکورہ شرعی شرائط کے مطابق اختیار کرلی جائین، توجہان تک شرع کا تعلق ہے، ان پر کیونکر اعتراض ہوسکتا ہے؟ خصوصًا ان کو حرام کہنا اور ان کی بنا پر کسی مسلمان گروہ کو متہم بکفر کرنا تو سخت ظلم اور حدودِ شرع سے صریح تجاوز ہے،

لیکن جیسا کہ مین پہلے کہہ چکا ہون، لباس کا مسئلہ دراصل ایک شرعی مسئلہ نہین ہے، بلکہ تمدنی وعمرانی مسئلہ ہے اور انتم اعلم بامور دنیاکم کے ذیل مین آتا ہے، اس لئے اس پر اسی حیثیت سے بحث ہونی چاہئے،

اگر تمدن کے ثانوی ملحوظات سے قطع نظر کرکے لباس کو محض اُس فطری احتیاج کے لحاظ سے دیکھا جائے، جو اول اول انسان کو اس کے اختیار کرنے کے لئے داعی ہوئی تھی، تو وہ صرف ایک ایسی چیز ہے جو شرم وحیا کے فطری جذبات کے تحت جسم کے خاص حصون کو چھپائے، اور موسمی اثرات سے اس کو محفوظ کرے، اپنی سادہ صورت مین ایسا لباس جو ان دو ضرورتون کو پورا کرتا ہو، قریب قریب ایک ہی وضع کا ہونا چاہئے، کیونکہ سب انسانون کے جسم ایک سے ہین، اور ان کو چھپانے کی آسان اور متبادر صورتین بھی ایک ہی سی ہین، زیادہ سے زیادہ موسمون کے اختلاف کی بنا پر ان کی صورتون مین اتنا اختلاف ہوسکتا ہے کہ جہان گرمی ہو وہان کے لباس ہلکے اور کم حصۂ جسم پر حاوی ہون، اور جہان سردی ہو وہان کے لباس بھاری اور زیادہ حصۂ جسم پر چھائے ہوئے ہون، قدیم ترین نیم وحشی انسانون کے متعلق ہم تک جو معلومات پہونچی ہین ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ لباس جس زمانے مین محض فطرت کی ضروریات اولیہ پر مبنی تھا، اس وقت اسکی صورتون مین کچھ زیادہ تنوع نہ تھا، اور جو کچھ تھا بھی تو وہ زیادہ تر موسمی اثرات کے اختلاف کی بنا پر تھا، لیکن رفتہ رفتہ جب، انسان کے شعور نے ترقی کی، تہذیب کی طرف قدم بڑھایا، صنعتین پیدا ہوئین، نئے نئے وسائل دریافت کئے گئے، اور اُس فطری ملکے نے اسکی طبیعت مین نشوونما پایا جسے "مذاق" سے

تعبیر کیا جاتا ہے، تو رفتہ رفتہ فطرت کی ضروریات اولیہ پر کچھ اور چیزون کا اضافہ ہونے لگا، جو لباس کے اختیار کرنے مین انسان کی طبیعت پر اثر انداز ہوئین، یہ نئے آنے والے اثرات مختلف قومون مین کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے مختلف تھے، اس لئے مختلف قومون نے ابتدائی فطری لباس پر جو اضافے کئے، وہ بھی اپنی صورتون اور کیفیتون کے لحاظ سے باہم مختلف تھے، ان اثرات کا احاطہ تو یقینًا ناممکن ہے، کیونکہ ہزار ہا سال کے دوران مین قومون کی اجتماعی وانفرادی زندگی پر بے شمار ایسے اثرات پڑتے رہے ہین جنھون نے اوضاعِ لباس کے تنوع مین حصہ لیا ہے، اور جن کا ریکارڈ انسانی ذہن نے کبھی محفوظ رکھنے کی کوشش نہین کی، بلکہ بہت سے لطیف اثرات تو ایسے ہین جنکو اس نے امتیاز کے ساتھ محسوس تک نہین کیا ہے، لیکن جزئیات سے قطع نظر کرکے، اگر ہم اُن بڑے عوامل کی تحقیق کرین جن کے اثر سے ہر قوم مین ایک خاص طرز کا لباس رائج ہوگیا ہے، تو وہ حسب ذیل پائے جائین گے:-

جغرافی محل سکونت، جس کے موسمی حالات ایک خاص قسم کا لباس اور طرزِ معاشرت اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہین،

جذبۂ حیا، جو مختلف قومون مین قوت وضعف کے اعتبار سے متفاوت ہے، اور جس کے اثر سے مختلف قومون کے درمیان سترِ عورت کا اہتمام کرنے مین اختلاف پایا جاتا ہے،

فطری مذاق، جس کی تخلیق وتربیت ہر قوم مین مختلف اثرات کے تحت مختلف صورتون سے ہوتی ہے،، اور جس کو نہ صرف لباس بلکہ ہر چیز کے ترک واختیار مین خاص دخل حاصل ہے،

طرزِ معاشرت، جو ہر قوم کے مخصوص حالات کے تحت مختلف ہوتا ہے، اور جس کی مناسبت سے وہ لباس کی ایک خاص ہیئت اختیار کرتی ہے،

معاشی حالت، جو ہر انفرادی واجتماعی زندگی کے مرتبے کو بلند وپست کرنے مین فیصلہ کن اثر رکھتی ہے، اور جس کے معیار سے کسی قوم اور طبقۂ قوم کا معیارِ زندگی ایک سرمو متجاوز نہین ہوسکتا،

تہذیب وتمدن، جسمین ہر قوم ایک خاص مرتبے پر ہوتی ہے، اور شایستگی و پاکیزگی کے لحاظ سے ہر قوم کے لباس کی ہیئات و نوعیت کا مرتبہ بھی اُس مرتبے کی مناسبت سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے،

قومی روایات، جن کے تحت ایک قوم اپنے بزرگون سے ایک خاص طرز کا لباس پاتی ہے اور تراش خراش مین جزوی ترمیمات کرنے کے باوجود اصلاً اس طرز کو برقرار رکھتی ہے، کیونکہ وہ طرزِ خاص اپنے اسلاف سے اس کے تعلق کو زندہ رکھتا ہے، اور یہ تعلق نہ صرف ہر قوم کو طبعاً محبوب ہے، بلکہ اسی پر قومی فخر ومباہات کی بنیادین بھی قایم ہوتی ہین،

بیرونی اثرات، جو ہر قوم کے خیالات اور طرزِ معاشرت پر دوسری قومون کے میل جول سے پڑتے ہین، اور جن کے نتائج عموماً اس میل جول کی نوعیت، ہر قوم کے فطری مذاق، اور تمدن وتہذیب مین دوسری قومون کی نسبت سے اختلافِ مرتبہ کے تابع ہوتے ہین،

یہ چند اہم ترین عوامل ہین، جو ہر قوم کے لباس اور صرف لباس ہی نہین بلکہ اجتماعی زندگی کے تمام شعبون پر ہمہ گیر اقتدار رکھتے ہین، اور ہر قوم کا لباس انھین کے مشترک عمل کا نتیجہ ہوتا ہے، ان عوامل پر نظر ڈالنے سے دو باتین صاف طور پر ظاہر ہوتی ہین،

ایک یہ کہ لباس محض ایک بیرونی آلہ ستر پوشی اور اوپری ذریعۂ حفاظتِ جسم ہی نہین ہے بلکہ وہ قومی نفسیات، قومی تہذیب وتمدن، قومی روایات، اور قوم کی اجتماعی حالت کے اندر بہت گہری جڑین رکھتا ہے، وہ دراصل اس روح کا مظہر اور ذریعۂ نمود ہے جو جسم قومی کے نظامِ عصبی مین کام کرتی ہے، اور اس حیثیت سے ہر قومی لباس دراصل ایک زبان ہے جس کے ذریعہ اس کی قومیت کلام کرتی ہے، اور دنیا کو اس کی اجتماعی معنویت سے روشناس کراتی ہے،

دوسرے یہ کہ لباس کی تہ مین جتنے عوامل کارفرما ہین وہ بجز اک جغرافی محلِ سکونت کے باقی

کے سب ایسے ہین جو ہر قوم مین ہر آن ایک غیر محسوس رفتار کے ساتھ بدلتے رہتے ہین، اور یہ تغیر وتبدل لباس ہی نہین بلکہ پوری قومی زندگی پر آہستہ آہستہ اثر انداز ہوتا رہتا ہے، ترقی کرنے والی قومون مین جب علوم وفنون پھیلتے ہین، خیالات مین روشنی آتی ہے، صنعت وحرفت اور تجارت کو فروغ ہوتا ہے، معاشی حیثیت سے خوش حالی بڑھتی ہے، دوسری قومون کے ساتھ زیادہ میل جول کا موقع ملتا ہے، اور ان کے اخلاق ومعاشرت اور تہذیب وتمدن سے اسکو مختلف قسم کے سبق حاصل ہوتے ہین، تو قدرتی طور پر ساری قوم کی اجتماعی زندگی مین ایک انقلاب برپا ہوجاتا ہے، اس کے جذبات بدلتے ہین، فطری مذاق سدھرتا ہے، طرزِ معاشرت مین خوبی ونفاست آجاتی ہے، تہذیب وتمدن مین شایستگی وپاکیزگی پیدا ہوتی ہے، قومی روایات کا احترام زیادہ ستھری شکلین اختیار کرتا ہے، اور ان سب چیزون کی ترقی کے باعث اس کا لباس مادہ اور صورت دونون کے اعتبار سے حسین، خوش وضع، اور شایستہ ہوتا جاتا ہے، اس ارتقائی عمل کی کسی منزل مین بھی اس کی ضرورت نہین ہوتی کہ ساری قوم کے لئے لباس کی کوئی خاص تراش مقرر کرنے یا کسی خاص طرزِ لباس کو رائج کردینے کی زحمت اٹھائی جائے، بلکہ اجتماعی عوامل کی مشترک گردش کے اثر سے خود بخود پرانے اوضاعِ لباس مین اصلاحین ہوتی جاتی ہین، نئی نئی وضعین چل نکلتی ہین، اور مجتمعاً پوری قوم کا مذاق ومزاج اپنی افتاد وپرداز کے مطابق لباس کو بہتر بناتا چلا جاتا ہے،

اب اس سوال پر غور کیجئے کہ آیا کسی قوم کے لئے یہ جائز ومناسب ہے، کہ وہ اپنے قومی لباس کو چھوڑ کر کسی دوسری قوم کا لباس اختیار کرے؟ امورِ مذکورۂ بالا کی بنا پر اس سوال کا یہ آسانی یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ ایسا کرنا کسی طرح جائز ومناسب نہین ہے، مگر مین پچھلے مجمل بیان پر قناعت کرنے کے بجائے اپنے دلائل زیادہ صراحت کے ساتھ پیش کرتا ہون تاکہ اس باب مین جو امکانی شبہات پیدا ہو سکتے ہین ان کا بھی سدباب ہوجائے۔

اولاً جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لباس کی وضع وقطع خود کوئی مستقل چیز نہین ہے، بلکہ بہت سے اجتماعی عوامل کا نتیجہ ہے، تو یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ان عوامل نے مختلف طریقون سے عمل کرکے ہر قوم مین جو خاص وضع لباس پیدا کردی ہے، وہی ہر قوم کی فطری وضع ہے، اسکو ترک کرکے دوسری وضع اختیار کرنا، جو مناسب طور پر ان عوامل کے مشترک عمل سے نہ پیدا ہوئی ہو، بالکل خلافِ وضع فطری ہے،

ثانیاً لباس کا شایستہ وخوبصورت، اور عملی زندگی کے لئے مناسب ہونا، دراصل اس پر منحصر ہے کہ قوم اجتماعی حیثیت سے ترقی کرے، اور ایک شایستہ، متمدن، خوش مذاق، روشن خیال اور عملی قوم بنجائے، اس راہ مین وہ جتنی جتنی آگے بڑھتی جائیگی، اسی نسبت سے اس کے قومی لباس مین خودبخود اصلاح ہوتی جائیگی، اور ترقی پذیر نفس اجتماعی خالص فطری طریقے سے بلا ارادہ کچھ اپنی پچھلی چیزون مین ترمیم و اصلاح کریگا، اور کچھ دوسرون کی مناسب چیزین لیکر اپنے ہان اس طرح سجا لیگا کہ وہ موزونیت کے ساتھ باہمین کھپ سکین گی، ترقی و اصلاح کی راہ مین پیش قدمی کے اس فطری طریقے کو چھوڑکر دفعۃً چھلانگ مارنا اور آن واحد مین ایک لباس کو چھوڑکر دوسرا لباس اختیار کرلینا، ایک قسم کا "طفرہ" ہے، جو بعض مذاہبِ فلسفہ مین جائز ہو تو ہو، مگر اجتماعیات مین ایک سادہ و صریح حماقت سے تعبیر کیا جاتا ہے،

ثالثاً کسی قوم کے اجتماعی احوال کو ترقی دینے سے پہلے اس کے لباس و معاشرت کو بلند کرنا، اور اسے کسی ایسے مرتبے پر لیجانے کی کوشش کرنا، جو اس کے حقیقی اجتماعی مرتبے سے بالاتر ہو، بالکل ایسا ہے، جیسے کسی نابالغ بچے کو ہیجان خیز ماحول مین رکھکر گرما گرم غذائین، اور تیز دوائین کھلا کر زبردستی حدِ بلوغ کو پہونچایا جائے، اس غیر معمولی طریقِ "تبلیغ" سے اس غریب بچے کے نظام جسمانی و احوال ذہنی مین جو شدید اختلال برپا ہوگا، اسی پر ہمین اس برہمی و ابتری کو بھی قیاس کرلینا چاہئے، جو اس طرح

زبردستی مہذب وشایستہ بنائے جانے سے کسی قوم کے اجتماعی نظام اور ذہنی و اخلاقی احوال مین برپا ہوگی،

رابعاً، ایک قوم کی معاشی حالت جس طرز لباس و معاشرت کا بار برداشت کرسکتی ہے اس سے زیادہ بھاری لباس و معاشرت کو اس پر لاد دینا اسے عملاً تباہ کرنے کا ہم معنی ہے، جس قوم کے وسائلِ معاش قلیل اور کم بارآور ہون وہ اگر زیادہ بہتر معاشی حالت رکھنے والی قومون کے لوازمِ معاشرت کو اختیار کریگی تو اسکا یقیناً دیوالہ نکل جائیگا،

خامساً قومی لباس کی حالت دراصل قوم کی اجتماعی حالت کو ظاہر کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ جس قوم کا یہ لباس ہے وہ اجتماعی حیثیت سے کس مرتبے پر ہے، اس لباس کو بدل کر کوئی دوسرا لباس اختیار کرنا، اور اس طریقے سے یہ ظاہر کرنا کہ ہم وہ نہین ہین جو فی الواقع ہین ایک صریح دھوکہ ہے، صرف یہی نہین کہ اس جھوٹے لیبل سے دوسرون کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ آپ تہذیب وتمدن کے اس خاص درجے پر پہونچ چکے ہین، جس پر آپ درحقیقت نہین پہونچے، بلکہ اس سے خود اپنے آپ کو بھی یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ ہم اب کچھ اور ہو گئے ہین، حالانکہ جو پہلے تھے، وہی اب بھی ہین،

سادساً، چونکہ ہر لباس ایک خاص تہذیب کی نمایندگی کرتا ہے، اور جب کوئی شخص ایک خاص قسم کا لباس پہنے ہوئے ہمارے پاس آتا ہے، تو ہم اس سے فطرۃً اسی تہذیب کے ظہور کی توقع کرتے ہین، جس کے نمایندے کو وہ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے، اس لئے یہ لازم ہے کہ ہر قوم اور ہر شخص وہی لباس پہنے جو اسکی حقیقی تہذیب کا نمایندہ ہو، اگر کوئی شخص کسی ایسی تہذیب کا لباس پہنے گا جو اسکی طبیعت مین رچی ہوئی نہ ہو تو وہ کبھی اس لباس کے مناسب آداب و اطوار کو نباہ سکے گا، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ جس غرض سے اس نے وہ لباس پہنا ہے، اس کے برعکس الٹے اجڈ، گنوار اور بدتمیز سمجھا جائیگا، ایک قوم کے مخصوص افراد بتکلف اپنے آپ کو اس قابل ضرور بنا سکتے ہین کہ وہ

دوسری تہذیب کے آداب کا حق ادا کرسکین، مگر پوری قوم یا اس کی اکثریت ہرگز اس پر قادر نہین ہوسکتی
سا بقًا، لباس، زبان، اور رسم الخط وہ اولین چیزین ہین جن کے سہارے ایک قوم کی انفرادیت
قایم ہوتی ہے، اگر کسی قوم کے ان سہارون کو گرادیا جائے، تو اس کی قومی انفرادیت آہستہ آہستہ محو
ہونے لگتی ہے، اور آخر کار وہ دوسری قومون مین جذب ہو جاتی ہے، یورپ کی قومین
ان کو نہ صرف محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی ہین، بلکہ دوسری قومون مین ان کے پھیلانے کی بھی شدید
جدوجہد مین مشغول رہتی ہین تاکہ وہ ان مین جذب ہون، اور ان کی تہذیب دنیا کے زیادہ سے زیادہ
حصے پر غالب ہوجائے، اس کے برعکس جو قومین یوروپین قومون کے لباس، زبان، اور رسم الخط کو اختیار
کررہی ہین، وہ نادانستہ ایک شدید حماقت کی مرتکب ہورہی ہین، جس کا نتیجہ یقینًا یہ ہوگا کہ ان کی
قومی انفرادیت محو یا کم از کم مضمحل ہوجائیگی،

ثامنًا، ہم اوپر کہہ چکے ہین کہ قومی لباس دراصل قومیت کی زبان ہے، جس سے وہ کلام کرتی
ہے، اور اپنی معنویت کو دنیا کے سامنے بیان کرتی ہے، اگر کوئی قوم اپنی زبان کاٹ کر دوسری قومیت
کی زبان اپنے منہ مین رکھ لے، تو وہ دنیا کے سامنے پکار پکار کر اپنے منہ سے آپ اپنے خلاف شہادت
دیگی، وہ اعلان کریگی کہ ہم اپنی کوئی تہذیب نہین رکھتے، اور اگر رکھتے ہین تو وہ اتنی ذلیل ہے کہ ہمکو
دنیا کے سامنے اسے پیش کرتے شرم آتی ہے، ہماری پشت پر کسی قسم کی قومی روایات نہین ہین
کیونکہ ہمارے اسلاف کوئی ایسی چیز چھوڑ جانے کے قابل نہ تھے جسے ان کے خلاف شرم کئے بغیر برقرار
رکھ سکتے ہون، اور یہ کہ ہمارا قومی مذاق اتنا پست، اور قومی ذہن ایسا کند ہے، کہ ہم اپنے لئے خود
کوئی بہتر طرز لباس و معاشرت ایجاد نہ کرسکے اور ہمین اپنے آپ کو مہذب دکھانے کے لئے
سب کچھ دوسرون سے مانگنا پڑا ہین تصور نہین کرسکتا کہ کسی شریف انسان یا شریف قوم کی غیرت
دنیا مین یہ اعلان کرنا گوارا کرسکتی ہے!

قومی لباس کے ترک اور غیر ملکی لباس کے اختیار کرنے کے خلاف یہ دلائل تو وہ ہین جو اصولی
حیثیت سے اس مسئلے پر غور کرنے والون کے ساتھ پیش کئے جا سکتے ہین، لیکن بدقسمتی سے ہمارے
ہان کثرت ان لوگون کی ہے جنکو اصول سے کوئی واسطہ نہین ہے، وہ محض سطحی باتون سے متاثر
ہوتے ہین، اور خود سوچ کر کسی چیز کے حسن و قبح کا فیصلہ نہین کرسکتے، انمین سے کسی کو جواز کی
اس سے بڑی کوئی دلیل نہین ملتی کہ مصطفیٰ کمال، اور امان اللہ خان نے ایسا کیا ہے، کوئی صرف اس بناپر
کہ یورپین لباس ذرا چست ہوتا ہے، اسے اختیار کر لینا جائز سمجھتا ہے، کسی کے خیال مین ترقی یافتہ قوم
کے لباس و معاشرت کو اختیار کرلینا بھی ایک ذریعۂ ترقی ہے، کسی کے نزدیک حاکم قوم کا لباس پہن
لینے سے انسان معزز ہوجاتا ہے، مگر یہ سب کم نظری و نافہمی کی باتین ہین، جن پر سنجیدگی کے ساتھ گفتگو
کرنا مشکل ہے،

بڑے آدمیون کی تقلید کرنے والون کو میرا جواب یہ ہے کہ کوئی غلطی محض اس لئے صحیح نہین
ہوسکتی، کہ اسے کسی بڑے آدمی نے کیا ہے، بلکہ بڑے آدمی کی غلطی تو اور زیادہ بڑی اور شدید ملامت
کے قابل ہوتی ہے، مصطفےٰ کمال پاشا، اور شاہ امان اللہ خان نے اپنی قوم کی ترقی کے لئے جو حقیقی
خدمات انجام دی ہین، وہ ہماری دلی قدر و عزت کی مستحق ہین، مگر اس کے یہ معنی نہین ہین کہ اصلاح
کے جو غیر معتدل، نامناسب، اور خلاف عقل و دانش طریقے انھون نے اختیار کئے، انھین بھی خواہ مخواہ
سراہا جائے، اور ان کی بے سوچے سمجھے تقلید کی جائے، اس سے انکار نہین کہ
انھون نے نیک نیتی کے ساتھ اپنی قوم کو شایستہ بنانے کے لئے اس کے
لباس و معاشرت کو بدلنے کی کوشش کی ہے، مگر حقیقت کے اعتبار سے ان کی اس نیک نیتی کی نوعیت
بھی وہی ہے، جو کسی بری سے بری بدنیتی کی ہوسکتی ہے، جیسا کہ مین پہلے کہہ چکا ہون ایک پس ماندہ
قوم کی معاشرت کو غیر طبعی طریقون سے آن واحد مین ترقی یافتہ قومون کی معاشرت سے بدل دینے

کی کوشش، بالکل ویسی ہی ہے، جیسے کسی مراہق کو زبردستی بالغ بنایا جائے، ایک ملک مین اس غیر عاقلانہ کوشش کا برا نتیجہ ظاہر ہو چکا ہے، جس پر تمام دنیاے اسلام آج نوحہ خوان ہے، اور دوسرے ملک مین وہ رہ کر طوفان اٹھ رہے ہین، خدا کرے کہ برا وقت آنے سے پہلے اس کے رہنماؤن کی آنکھین کھل جائین،

رہا یہ سوال کہ یورپین لباس چست ہوتا ہے، اس لئے وہ اس قابل ہے کہ اسے اختیار کیا جائے، تو اس کے متعلق مین عرض کرونگا کہ چستی کی ضرورت اُن کو ہوتی ہے، جو عمل کرنے والے لوگ ہین، اور ہمارے ہان جتنے محنت پیشہ طبقے ہین، انھون نے انتہائی سرگرمی کے ساتھ کام کرنے کے باوجود کبھی یورپین لباس کی ضرورت محسوس نہین کی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کام کاج اور عملی سرگرمی یورپین لباس پر منحصر نہین ہے، برعکس اسکے جن لوگون کو ہم نے یہان یورپین لباس پہنتے دیکھا ہے، اُنمین بلا مبالغہ ۹۵ فیصدی ایسے ہین جو اس ملک کے باشندون مین سب سے زیادہ سست و بے عمل ہین اور سب سے زیادہ وقت ضایع کرنیوالے ہین اس سے معلوم ہوا کہ محض چست لباس کو عملی زندگی مین کوئی دخل نہین ہے، سستی اور چستی درحقیقت ایک اندرونی کیفیت ہے، اگر آپ کی قوم ایک باعمل قوم بنجائے، تو خود بخود وہ اپنے لباس مین ایسی ترمیم کرے گی جو اس کی عملی زندگی کے لئے موزون ہوگا، اور اگر وہ بے عمل رہے، تو چاہے، آپ مغربی لباس سے زیادہ کوئی اَور چست لباس لے آئین تب بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا،

اور یہ خیال کہ ترقی یافتہ قومون کے لباس و معاشرت کو اختیار کر لینے سے کوئی قوم ترقی کر لیتی ہے ایک خیال خام ہے، جسکی تہ مین کوئی عقل و فکر نہین ہے، کیا کوئی عقلمند ایک لمحے کے لئے بھی یہ تصور کر سکتا ہے کہ یورپ نے کوٹ پتلون، کالر ٹائی، ہیٹ اور بوٹ سے ترقی کی ہے؟ یا اس کی ترقی مین چھری کانٹے، میز کرسی، اور زیب و آرایش کے لوازم نے کوئی حصہ لیا ہے؟ یہ چیزین تو نتیجہ ہین اس تمدن کا جو دو تین صدیون کی پیہم جدوجہد سے تربیت پا کر اس حالت کو پہونچا ہے، اگر تم اس عملی جدوجہد کو چھوڑ کر محض رسمی معاشرت کو اختیار کر کے تمدن کے اس مرتبے پر پہونچنے کی

کوشش کروگے تو تمھارا حشر اس شخص کا سا ہوگا جو پہاڑ کی چوٹی تک قدم بقدم چڑھ کر پہونچنے کی تکلیف سے بچنا چاہے، اور اپنے آپ کو کسی توپ مین بھروا کر چوٹی کی جانب اُڑوا دے، یہ طریقہ نہ سلامتی کا ہے، اور نہ اسمین کامیابی ہو سکتی ہے، یقیناً تمہین یورپ سے بہت کچھ لینا ہے، مگر اس کا لباس و معاشرت نہین، بلکہ اس کے علوم و فنون، اس کے حالات و صنائع، اس کے کارآمد طریقے، اسکی عملی سرگرمی، اسکا صبر و عزم، اور اس کا ضبط و نظم، جب یہ چیزین تمھارے اندر آجائین گی تو تمھارا تمدن خود اس مرتبے پر پہونچ جائے گا، کہ آج جس طرح تم دوسرون پر رشک کرتے ہو، کل دوسرے تم پر رشک کرین گے،

آخر مین مجھے شرم و غیرت کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک مین زیادہ کثرت ایسے لوگون کی ہے جو اپنے ملک کے لباس و معاشرت کو ذلیل سمجھتے ہین، اور یورپین لباس و معاشرت کو اس لئے اختیار کرتے ہین کہ وہ ان کے نزدیک حصولِ عزت کا ذریعہ ہے، مجھے یہ کہنے مین ذرا باک نہین کہ اس طبقے کا داغ ہندوستان کی پیشانی پر غلامی کے داغ سے زیادہ بدنما ہے، سیاسی غلامی تو محض قومی طاقت کے ضعف کا نتیجہ ہوتی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کمزور ہونے کے باعث کسی طاقتور سے مغلوب ہو جائے، لیکن اس طبقے کی پیدایش اور روز افزون کثرت اس بات کی علامت ہے کہ ہندوستان کی غلامی اس کے جسم سے گذر کر روح تک پہونچ چکی ہے، اور وہ اپنی نظرون مین آپ ذلیل ہو گیا ہے، یہ دنائت و ذلت کا وہ مرتبہ ہے جس پر پہونچ کر دنیا کی کوئی قوم نہ اُبھری ہے، اور نہ ابھر سکتی ہے، ان احساسات کے ساتھ اگر ہمارے ہان بڑے سے بڑے قابل آدمی بھی پیدا ہون تو اُن سے ہندوستان کو کوئی نفع نہین پہونچ سکتا، کیونکہ جو لوگ ہندوستانی ہو کر ہندوستان، ہندوستانیت اور ہندوستانی تہذیب کو ذلیل سمجھین، جن کو ہندوستانی کی طرح بولنا، ہندوستانی کی طرح کھانا، ہندوستانی کے سے کپڑے پہننا، اور ہندوستانی کی طرح رہنا سہنا شاق گذرے، اور جو اپنے

آپ کو ہندوستان سے منسوب کرتے ہوئے شرمائین، ان کی ذہانت وقابلیت اور عزت و
ناموری مین ہندوستان کا کوئی فائدہ نہین ہے، ان کا وجود اس ملک کے لئے ایک کھلا
ہوا نقصان ہے، اور اگر اس مین کسی کے لئے نفع ہے، تو وہ یورپ ہے، کیونکہ اس کو اپنی
غالب تہذیب کے زور سے ہندوستان کے بہت سے نونہالون کے چھین لینے، اور ان سے
اپنی تہذیب کی خدمت لینے مین کامیابی ہوئی، اور ہندوستان اپنے روپیہ خرچ کرنے
کے باوجود اپنے فرزندون کو اس قابل نہ بنا سکا کہ وہ اس کی تہذیب کے کسی کام آسکین،

مادہ کی ماہیت

کی نسبت

سائنس کے تازہ ترین تصورات

از

ح، ز، ہوشیار پور (پنجاب)

(۲)

ریڈیم کی دریافت

مگر ایکسرے سے بھی بڑھ کر انقلاب انگیز دریافت ریڈیم کی ہے، جسکی ہستی کا ۱۸۹۶ء
مین بیکرل کی مساعی حسنہ سے پتہ لگا تھا، اس نے نمک یورے نیم ایک کاغذ مین باندھکر دھوپ مین
اس غرض سے رکھدیا، آیا اس سے چمک پیدا ہوتی ہے یا نہین، مگر یہ دیکھ کر وہ ہکا بکا رہگیا کہ روشنی
کاغذ سے باہر نکلی پڑتی ہے، رات دن اس پولندہ سے شعاعین خارج ہوتی تھین، دوسرے فرانسیسی
ماہر کوری اور اس کی بیوی نے یہ معلوم کرنے کی ٹھان لی، آیا یورے نیم سے شعاعین پیدا ہوتی ہین
یا نہین، اس غرض سے مختلف دھاتون پر تجربے کئے، انھون نے پچ بلنڈ (PITCH-BLENDE) کے ایک بڑے ڈھیر سے درخشان ذرے بڑی کوشش سے نکالے، آٹھ ٹن پچ بلنڈ
سے چار کے آدھے چمچہ کے برابر ریڈیم برآمد ہوئی، جو یورے نیم سے دس لاکھ گنا تیز اور روشن تھی، بعد کی
تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوئی، کہ بہت سے عناصر مین درخشان جزو موجود ہوتا ہے،
اور اب یہ امر مسلمہ ہے کہ مادہ کی سب صورتون مین ریڈیم پائی جاتی ہے، اس معرکۃ الآراء انکشاف

سے مادہ کی ماہیت کا انیسوین صدی کا تصور بالکل تحس نحس ہو گیا ہے، اسکی بجائے نظریۂ برق مسلم ہو گیا

الکٹرون کی دریافت

سائنس دانون کے پیر فرتوت اور مشہور روحیتا ماہر طبیعیات سر آلیور لاج نے تین سال ہوئے لنڈن کے ایک ممتاز پرچہ مین پروفیسر سر جے جے ٹامسن کی سترھوین سالگرہ پر ایک مضمون سپرد قلم کیا تھا، جس سے ذیل کا اقتباس ماخوذ ہے:-

"اگر سر جے جے ٹامسن کی شہرتِ عام کی وجہ چند الفاظ مین بیان کرنا ہو تو الکٹرون کے انکشاف کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے، جس سے برق کی نوعیت پر عجیب وغریب روشنی پڑتی ہے، اس سے پیشتر کسی کو اسکا گمان تک نہ تھا، بالفاظ دیگر اس سے یہ مفہوم ہے کہ مادہ کے نظریۂ برق کے بانی موصوف ہی ہین، کیونکہ اب ہم پر یہ روشن ہو گیا ہے کہ مادہ برق سے مرکب ہے، اور برق بجائے خویش منفی اور مثبت الکٹرون سے بنی ہے، الکٹرون اتنے ننھے سمجھے جاتے ہین کہ ان سے بڑھکر اور کوئی چیز عالم مین چھوٹی اور ناچیز نہ ہوگی، جب وہ مختلف صورتون اور شمارون مین از خود مرتب ہوتے ہین، تو عناصر کیمیاوی وجود پذیر ہوتے ہین"

پروفیسر ٹامسن نے ۱۸۸۱ء مین ایک مضمون مسائلِ ریاضی پر مرتب کیا تھا، جسمین اس بات پر خصوصیت سے زور دیا گیا تھا، "بجلی خواہ کچھ ہی ہو، مگر مادہ کی ایک ابتدائی خوبی اس مین ہونا امر لابدی ہے، جس سے مراد وزن اور حجم ہے"، گو اس نظریہ پر بڑی قابلیت اور صحت سے بحث کی گئی تھی، مگر اس وقت کسی نے اسکی پروانہ کی، لیکن تیس سال بعد جب دنیا کے اور کئی ماہرون نے اسی نظریہ کے متعلق کئی حقائق معلوم کر لئے تو اسکی صداقت تسلیم کی گئی، اور نظریۂ الکٹرون مقبولِ جہان ہو گیا،

ل سر جے جے ٹامسن، سر ارنسٹ رادرفرڈ، سر ولیم رامزے اور پروفیسر ساڈی کی مساعیٔ حسنہ سے ریڈیم کی ماہیت بخوبی ظاہر ہو گئی ہے، جس سے نہ صرف مادہ کی ماہیت ہی کا تصور بدل گیا ہے، بلکہ عالم کے اندر جتنی قوتین قضا وقدر کی طرح رات دن مصروف بکار ہین، ان کا مروجہ خیال بھی تہ و بالا ہو گیا ہے، (مدیر)

نظریۂ برق کے ہمہ گیرانہ اثرات

ماہرانِ سائنس سے قطع نظر روشن خیال اور تعلیم یافتہ حضرات کو اس کا وہم وگمان بھی نہین ہے، کہ پروفیسر جے جے ٹامسن اور ان کے ہم پیشہ ماہرون کے اس انقلاب خیز انکشاف یعنی مادہ کے نظریۂ برق سے تصوراتِ سائنس مین کیسے وسیع اور دور رس تغیرات واقع ہوئے ہین، یون کہنا انسب ہے، کہ انیسوین صدی کے بنیادی خیالات اس انکشاف سے بالکل درہم برہم ہو گئے ہین، نہ صرف مادہ اپنی محسوس ہستی ہی سے محروم ہو گیا ہے جو صدہا سال سے اسکا شعارِ طبعی چلی آتی تھی، بلکہ وہ برق یعنی قوت ظاہر ہوا ہے، اس اعتبار سے اس کا اثر و تسلط ہمہ گیرانہ عیان ہوتا ہے، پروفیسر ملیکان سر جے جے ٹامسن، سر ارنسٹ رادرفورڈ، بور (ڈنمارک)، موزلے، میکس پلانک (برلن)، اور سر ولیم براگ وغیرہ کی مسلسل تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے، کہ سالمات کا جزو لاتجزی الکٹرون (ELECTRON) ہے جو ذرۂ برق ہے، مستقبل مین کیا ظاہر ہوگا، کوئی ماہر وثوق کے ساتھ پیشین گوئی نہین کر سکتا، مادیات اور اجسام سالمات کے اجتماع سے پیدا ہوتے ہین، اور سالمات الکٹرون کا مجموعہ ہین، اس وجہ سے ہم بھی اپنے کو اس قاعدۂ کلیہ سے مستثنیٰ تصور نہین کر سکتے، بالفاظ دیگر اس سے یہ مراد ہے، کہ ہمارے جسم مین بھی الکٹرون پائے جاتے ہین، مشہور جہان ماہر سائنس سر آلیور لاج کا قول ناطق بمنزلۂ وحی کے ہے، اس لئے اس ضمن مین اسی کو نقل کرنا ضروری ہے:

"اس انکشاف سے کیمیات کے اصول اولیہ تہ و بالا ہو گئے ہین، ہمارے جسم جو خلیات (CELLS) سے بنے ہوئے ہین اور ہر ایک خلیہ بجائے خویش ذرون کا مجموعہ ہے، اور ہر ایک ذرہ سالمات کا مرکب ہے، اور ہر ایک سالمہ الکٹرون سے بنا ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے، کہ جاندارون کی حرکات کے نظریہ پر اس کا کیسا گہرا اثر پڑیگا، اور ساتھ ہی اس سے جان کی ماہیت کا نظریہ بھی تہ و بالا ہو جائیگا"

ل مشہور ماہر پروفیسر آر کے ڈنکن کی یہ رائے ہو کہ الکٹرون کی بدولت کیمیاوی تغیرات اور جاندارون کے جسم کے اندر (فزیالوجی) کے رد و بدل ہی ظہور پذیر ہوتے ہین، اور اس لحاظ سے وہ سر آلیور لاج اور پروفیسر اینڈریڈ وغیرہ کے ہم خیال ہین، (مدیر)

اور مسئلہ توارث (HERIDITY) پر بھی اس کا خاص اثر پڑیگا، لیکن بیالوجی (علم الحیاۃ) پر نظریہ برق کا جو مستقل اثر نمایان ہوگا، اس کی طرف ہنوز ماہرون کی توجہ مائل نہین ہوئی ہے .... یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ برقی لہرین الکٹرون ہی کی طرف سے واقع ہوتی ہین، بے تار کی برقی لہرین معلوم کرنے کے واسطے جو ایکسرے کی شعاعین کام مین لائی جاتی ہین، وہ بھی الکٹرون ہی کی حرکت سے پیدا ہوتی ہین، روشنی بھی الکٹرون ہی کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے، قصہ کوتاہ ہر قسم کی روشنی کا اخراج وانعکاس وانجذاب جو عمل کیمیاوی سے واقع ہوتا ہے، اسکی تحریک بھی الکٹرون ہی کی حرکت سے پہونچتی ہے، اب ہم پر یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ مقناطیس الکٹرون کی گردش سے ظہور مین آتا ہے، اور ہر قسم کی حرارت بھی الکٹرون ہی کی جنبش سے پیدا ہوتی ہے، اگر ایمان کی پوچھو، تو علوم طبعیات کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہین ہے، کہ جو اس عجیب وغریب دریافت سے اثر پذیر نہ ہوگا، اسپکٹروسکوپ کے وسیلہ سے الکٹرون کی حرکات کی دیکھ بھال کی گئی ہے، گذشتہ چند سال سے کئی ماہر آسمانِ بالا کے دور افتادہ ستارون اور دخانِ براق کے لاکھون میل پھیلے ہوئے انبارون (HEBULAE) کی ترکیب اور گرمی وسردی اور ان کے ارتقا کی تاریخ معلوم کرنے کی کوشش مین مصروف ہین، اور اس ضمن مین ماہرانِ فلکیات کے سرتاج، پروفیسر ایڈنگٹن اور جینز کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہین، کہ جنکی مساعی حسنہ سے اس مسئلہ پر قابلِ قدر روشنی پڑی ہے، الکٹرون ہر قسم کی بجلی اور مقناطیس کا مبنی ہے، اس کی جنبشون سے روشنی وجود مین آتی ہے، ہر قسم کی تار برقی کی اکائی بھی الکٹرون ہی ہے، ہمارے جسم کے مختلف طبعی افعال بالخصوص دماغ کی ساخت وفعل مین اسے بڑا دخل ہے، گو ہم ابھی اس کا اعتراف نہین کرتے،، (یہ اقتباس ،،جان آف لندن،، سے منقول ہے) لندن یونیورسٹی کے نامی ماہر، پروفیسر ای، این، اینڈریڈ نے بھی اسی رائے کی تائید کی ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہین :-

،،ہر قسم کی روشنی جو ہمارے مشاہدے مین آتی ہے، وہ لاکھون ننھے ننھے سالمات کے باہمی

تصادم سے پیدا ہوتی ہے، مختلف شعبہ ہاے سائنس کے اصول اولیہ مین عجیب وغریب اتحاد رونما ہوا ہے، ہر قسم کی روشنی کا بالآخر ایک ہی منبع ثابت ہوتا ہے، اور یہ امر بھی واضح ہوگیا ہے، کہ مختلف قسم کے سالمات مثبت اور منفی بجلی سے ترکیب پاتے ہین، ہر ایک چیز کا اصل اصول ایک ظاہر ہوگیا ہے، اور وہ بجلی ہے، اسکی ماہیت معلوم کرنا گویا موجوداتِ عالم کا راز سربستہ فاش کرنا ہے، مگر سوال پیدا ہوتا ہے، ،،بجلی کیا ہے؟،، اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ عالم ومافی العالم کی زندگی کا خون ہے، مگر اسکی اصلیت سرِ اعظم ہے،،

الکٹرون کے مصادر: اس خیال کی قدرے توضیح کرنا ضروری ہے، ہر ایک منور وجود سے الکٹرون خارج ہوتے ہین، آرک لیمپ، اور آسمانی بجلی کی کڑک سے نکلتے ہین، ہر ایک ستارے سے الکٹرون نکل نکل کر خلا مین منتشر ہوتے رہتے ہین آفتاب سے بھی الکٹرون برآمد ہوتے ہین، اس سے جو شعاع سیاہ (Ultra-violet ray) خارج ہوتی ہے، اس کے اثر سے کرۂ ارض کے سالمات سے الکٹرون نکلتے ہین، مگر اس کا بہت بڑا حصہ کرۂ ہوا مین جذب ہوجاتا ہے، فقط اس کا ادنیٰ حصہ یہان تک آتا ہے، اگر شعاع سیاہ پوری قوت کے ساتھ نازل ہو تو تمام اجسام منتشر، ریلوے، انجن، اور ہر قسم کی مشینین ریزے ریزے ہوکر نابود ہوجائین،

الکٹرون تھیوری: گذشتہ بیس سال کی تحقیقات سے ماہیتِ مادہ کا تازہ ترین اور مقبولِ عام نظریہ الکٹرون (Electron Theory) قایم ہوا ہے، اسے نظریۂ ذرہ برقی پکارنا غیر انسب نہ ہوگا، سر جے جے ٹامسن اس کے مخترع اور سر ارنیسٹ رادر فورڈ نے اسے استحکام بخشا ہے، سالمات کی ماہیت ریڈیم اور ایکسرے کے وسیلہ سے دیکھی گئی، تو وہ الکٹرون کا مرکب ثابت ہوا ہے، مسبوق الذکر ماہر کہتے ہین، جیسے پیاز کے پرت ہوتے ہین، بعینہ ویسے سالمہ کے بھی پرت پائے جاتے ہین، موخر الذکر صاحب راوی ہین، الکٹرون اپنے قلب کے گرد اسی طرح گردش کرتے ہین کہ جیسے

لہ ملاحظہ ہو، "اسٹیٹسمین" کلکتہ صـ ۲۴، مطبوعہ ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء،

ارکین نظام شمسی سورج کے گرد طواف کرتے ہین، الکٹرون برقی سالمہ ہے جو منفی ہے، اور یہ منفی بجلی اس کے قلب کے داخلی مثبت بجلی سے ہمیشہ برسرِ پرخاش رہتی ہے، گویا الکٹرون کے جگر مین برق مثبت اور بیرونی خول مین برق منفی پائی جاتی ہے، اسی سے اسکا توازن قایم رہتا ہے، الکٹرون کا قلب پروٹون (Proton) کہلاتا ہے جو برق مثبت کا مرجع سمجھا جاتا ہے، ڈاکٹر لنگ میور نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ الکٹرون گردش نہین کرتے، بلکہ حالتِ اضطراب اور بیقراری مین رہتے ہین، اس انوکھے نظریہ کی رو سے مادہ کا جزوِ انتہائی الکٹرون ہے، جو بجلی کا ذرہ ہے، بالفاظ دیگر اس سے یہ مراد ہے کہ سالمات اور مفرد عناصر بہت پیچیدہ اور مرکب ہین، جن کے اجزائے ترکیبی الکٹرون کہلاتے ہین، ہر ایک سالمہ بجائے خویش عالم صغیر ہے، کہ جس کے الکٹرون اس کے ارد گرد گردش کرتے رہتے ہین، اب تک (۹۲) عناصر مفرد دریافت ہو چکے ہین جن کے میل سے موجودات صورتین قبول کرتی ہین، ان مین فقط آٹھ عناصر ایسے ہین کہ جنکی ترکیب سے کرۂ ارض کا (۹۹) فیصدی وجود مرتب ہوا ہے، ہیلیم بیشتر اجرام فلکی ہی مین پائی جاتی ہے، سالمات یکسان نہین ہوتے بلکہ ان کا وزن اور ہیئت کذائی الکٹرون کے شمار پر موقوف ہوتی ہے، پروفیسر مونرے[1] کی یہ رائے ہے کہ جتنا بھاری کوئی سالمہ ہوتا ہے، اتنے ہی اس مین الکٹرون زیادہ ہوتے ہین، ہیڈروجن کا ذرہ سب سے ہلکا قرار دیا گیا ہے، آکسیجن کا ذرہ ہیڈروجن سے سولہ گنا اور لوہے کا (۵۶) گنا، اور ریڈیم کا (۲۲۵) گنا زیادہ وزن دار سمجھا جاتا ہے، پروفیسر آرتھر جے ٹامسن راوی ہین، "اگر ہیڈروجن کا ذرہ سب سے ہلکا ہے، تو یورے نیم کا سب سے بھاری ذرہ ہے، جس مین (۹۲) الکٹرون ہوتے ہین جو ایک مرکزِ ثقل کے گرد طواف کرتے ہین، اور وہ بجائے خویش عالم صغیر ہے، جس مین (۲۳۸) ہیڈروجنی ذرے ہوتے ہین، مگر اس کے خارجی حلقہ مین (۱۴۶) الکٹرون ہوتے ہین، آج کل کا مسلمہ

[1] ماخوذ از "آوٹ لائن آف سائنس" مرتبہ پروفیسر آرتھر جے ٹامسن، دیگر علوم بھی اس سے مستعار ہین، (جر)

یہ ہے، کہ مادہ الکٹرون اور پروٹون سے مرکب ہے، اب تک (۹۲) عناصر مفرد شمار ہو چکے ہین جو تبدل مینڈل الیف الکٹرون کے شمار کے اعتبار سے چار پانچ گروہون مین منقسم ہین، اسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا مین یکرنگی پائی جاتی ہے، "دورنگی دنیا" کا خیال سراسر فضول اور نامعقول ہے"،

ریڈیم کی تاثیر سے عناصر گھٹتے رہتے ہین جو بھاری ہین وہ ہلکے ہوجاتے ہین، مثلاً یورے نیم آپ سے آپ ریڈیم مین منتقل ہوجاتا ہے، اور جب ریڈیم سے ہیلیم خارج ہو جاتی ہے، تو سیسہ پیدا ہوتا ہے، اسی طرح تھوریم سے انوکھی چیزین پیدا ہوتی ہین، عالم بالا کے مادے کی ہیئت مین جو تغیرات واقع ہوتے ہین، ان کی محرک بھی ریڈیم ہی سمجھی جاتی ہے، بہت سے عناصر اس کی فعلیت سے قدرۃً آراستہ ہین، جس کی بدولت انواع واقسام کے تبدلات وقوع پذیر ہوا کرتے ہین،

اجزائے سالمات کی رفتار اور ناقابلِ بیان قوت

الکٹرون تھیوری سے تصورِ قوت پر بہت گہرا اور انقلاب انگیز اثر نمایان ہو رہا ہے، پروفیسر آرتھر ٹامسن "آوٹ لائن آف کرسچینیٹی" ([illegible] Christianity) مین یون لکھتے ہین، "سالمات کے خارجی اور معنوی حلقہ کے وجود کے الکٹرون کے درمیان باہم دگر جو تصادم ہوتے رہتے ہین، ان سے ایکسرے کی شعاع پیدا ہوتی ہے، جو شعاع دیدنی کے [illegible] کے برابر ہوتی ہے، جب بیرونی حلقہ کے الکٹرون اندرونی حلقہ مین گھستے ہین، تو اس سے قوت خارج ہوتی ہے، جو مرئی روشنی کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جب کسی سالمہ کا قلب عملِ فساد سے بگڑتا ہے تو ریڈیم کی فعلیت ظہور مین آتی ہے، جس سے شعاعِ الف (Alpha Rays) اور شعاعِ بے (Beta Rays) اور شعاعِ جیم (Gamma Rays) جو مقناطیسی برقی شعاع ہوتی ہے، آشکارا ہوتی ہے، آخر الذکر کی رفتار ایک لاکھ ۸۶ ہزار (۳۰۰) میل فی ثانیہ ہوتی ہے، اس سے حرارت بھی پیدا ہوتی ہے، جس سے

[1] ماخوذ از "آوٹ لائن آف کرسچینیٹی"، جلد سوم، ملاحظہ ہو آوٹ لائن آف سائنس، و ص ۱۷۷، ۲۰۶ تک،

عناصر مین انقلاب پیدا ہوتا ہے[1]، شعاع الف ہیلیم گیس کے سالمات ہین، جو بارہ ہزار میل فی ثانیہ کے حساب سے حرکت کرتے ہین، شعاع جیم ایکسرے کی سی خاصیت رکھتی ہے، اور وہ ایک فٹ موٹے تختہ کو چیر کر پار ہوجاتی ہے، سرولیم براگ کی یہ رائے ہے کہ الکٹرون اسی صورت مین اپنی جداگانہ ہستی قایم رکھ سکتا ہے، کہ وہ روشنی کی نسبت چھ سو میل فی ثانیہ زیادہ تیزی سے حرکت کرے، ورنہ وہ جس سالمہ سے ٹکرائیگا، اسی کی ہستی کا جزو لاینفک بنجائیگا، الکٹرون کی رفتار دس ہزار میل سے لیکر ایک لاکھ میل فی ثانیہ اندازہ کی گئی ہے، اور ریڈیم کے سالمات کی رفتار روشنی کے برابر قرار دی گئی ہے، الکٹرون کا شمار عرصہ کی تحقیقات کے بعد کیا گیا ہے، ہیڈروجن کا سالمہ سب سے چھوٹا قرار دیا گیا ہے، مگر الکٹرون اس سے بھی چھوٹا ثابت ہوا ہے، جس کا حجم اس کے ذرہ کے $\frac{1}{1845}$ کے مساوی اندازہ کیا گیا ہے، پروفیسر آر کے، ڈنکن لکھتے ہین :-

"نمک کی چٹکی مین جو الکٹرون پائے جاتے ہین، انکی رفتار ایک لاکھ میل فی ثانیہ ہے، وہ ایک سکنڈ مین کرۂ ارض کے گرد پانچ مرتبہ طواف کرتے ہین، ان کے اندر منفی بجلی ہوتی ہے، اور وہ کثیف اجسام سے صاف گذر جاتے ہین، جو چیزین ان کے سد راہ ہوتی ہین، انھین وہ منور کر دیتے ہین انکی برکت سے بخارات خنک سے لدی ہوئی ہوا مین بادل بنجاتے ہین[2]"

الکٹرون کی بعید الفہم قوت فطری

سالمات کا جزء لایتجزی الکٹرون ہے، جو مثبت اور منفی بجلیون سے بنا ہے، الکٹرون حالت سکون وجمود مین نہین رہتے، بلکہ استمراری اضطراب کے شکار رہتے ہین، انقلاب ان کی ہستی کا خاصہ جبلی ہے، الکٹرون ذرہ برقی ہے، اور بجلی قوت ہے، جس سے تار اور بے تار کے پیامات ہزارون میلون پر پہونچتے ہین، ٹیلیفون اور کارخانے اور ریلوے بھی بجلی ہی کی قوت سے چلتی ہے، اور بیسون کام اسی کی بدولت انجام پاتے ہین، اس وجہ سے الکٹرون مصدر قوت سمجھے جاتے

[1] جلد سوم مضمون "سائنس مین انقلاب"، [2] ملاحظہ ہو "آوٹ لائن آف سائنس"

ہین، اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے، کہ جو الکٹرون سالمات سے خارج ہوتے ہین، ان کی رفتار ایک لاکھ ساٹھ ہزار میل فی ثانیہ تخمینہ کی گئی ہے، سرآلیور لاج کی یہ رائے ہے کہ اگر ریڈیم کو دیکھا جائے، تو اس سے بندوق کی گولی سے ایک ہزار گنا تیزی سے حرکت کرنے والے فی ثانیہ تین کرور الکٹرون خارج ہوتے دکھائی دینگے[1]، فرانس کا سرگردہ ماہر پروفیسر لبان (Le Bon) راوی ہے الکٹرون مین جو تیزیِ رفتار پائی جاتی ہے، اگر وہی تیزی بندوق کی گولی مین پیدا کرنا مقصود ہو تو تیرہ لاکھ چالیس ہزار پیپے بارود کے درکار ہونگے، مصری کی ایک تولہ ڈلی کے سالمات کے الکٹرون مین جو قوت پائی جاتی ہے، وہ کئی کرور گھوڑون کی طاقت کے مساوی ہوتی ہے، دودھائی سیر مادہ کے اندر جو قوت مقفل ہے، وہ کرورون من کوئلہ کی طاقت کے برابر تخمینہ کی گئی ہے، اگر ہیڈروجن کے سالمات کو برقی چولھے مین حرارت پہونچائی جائے تو فی ثانیہ ایک کھرب الکٹرون گردش کرنا شروع کر دیتے ہین، (ماخوذ از آوٹ لائن آف سائنس)

اس مختصر بحث سے واضح ہے، کہ الکٹرون کی قوت کیسی عجیب وغریب ہے، ذرہ جو دیکھنے مین خشخاش کے دانہ کا $\frac{1}{4}$ حصہ ہوتا ہے، بظاہر بالکل بے مقدار اور سب سے چھوٹا ہے، مگر وہ اپنی اس ناچیز ہستی مین قوت کا حیرت انگیز منبع ہے، اگر اس سے کام لینے کا طریقہ معلوم ہوجائے تو لکڑی اور کوئلہ وغیرہ جسے جلا کر اب مختلف قسم کے کام لئے جاتے ہین سراسر فضول ثابت ہوگا

[1] ایک آلہ اسپین تھری سکوپ (Spintheriscope) وضع کیا گیا ہے جس کی بدولت الکٹرون کے تصادم سے جو شرارے نکلتے ہین، نظر آسکتے ہین، ایک اور آلہ بنایا گیا ہے، جس کے وسیلہ سے گیس کی سلاخ کے سالمات کی حرکت سنائی دیتی ہے، ۱۹۲۵ء کے دوران مین ایک اور نازک آلہ اختراع ہوا ہے جس کے ذریعہ سے الکٹرون کے انوڈ پلیٹ سے ٹکرانے کا شور ایسا سنائی دیتا ہے، کہ جیسے فاصلہ پر آبشار نیاگرہ کا دہشت ناک غل معلوم ہوتا ہے،

سر ارنسٹ رادرفورڈ اور ان کے ہم خیال ماہرانِ طبیعیات برطانیہ، جرمنی، فرانس اور دیگر ملکون مین تجربات کر رہے ہین، تاکہ سالمات کی قوتِ مجہول سے کام لینے کا آسان طریقہ معلوم ہو جائے، جب ان کی مبارک کوشش کامیابی سے دوچار ہوگی، تو اس سے بنی آدم کی تاریخ تمدن مین ایک نئے باب کی ابتدا ہوگی، مدبرانِ مغرب اس تشویش مین مبتلا ہین، کہ کوئلہ ختم ہو اجاتا ہے، اگر کوئی اور منبعِ قوت معلوم نہ ہوا، تو ریلوے، جہاز، اور کارخانے بند ہو جائین گے، لیکن سالمات کی قوت غیر متناہی اور ابد تک قایم رہے گی، مشہور ماہر سر ولیم براگ نے وثوق سے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ زمانۂ مستقبل مین سالمات کی قوت جو الکٹرون مین مضمر ہے، مستعمل ہوگی،

ہیولا الکٹرون سے مرکب، مشہورِ زمانہ ماہرِ سائنس سر آلیور لاج نے اپنی مشہور تصنیف ''الکٹرون'' مین یہ رائے ظاہر کی ہے، ''الکٹرون ہر قسم کے مادہ کے اجزائے ترکیبی کا ہیولا ہین''، دوسرے مقتدر ماہر پروفیسر آرتھر ٹامسن نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے، ''ہیولا بجلی مین مضمر ہے''، بجلی ایک قسم کی قوت ہے کہ جس کی نوعیت کا ہنوز پتہ نہین چلا، ایک نظریہ یہ ہے، کہ مثبت اور منفی بجلی کے مرکز ایتھر کے تموج سے متحرک ہوتے ہین، اور قوت کی گوناگون صورتین اسی ابتدائی وجود کی مختلف حالتین ہین، جس سے مادہ کی ہستی وجود پذیر ہوئی ہے، عالم کے اندر مادہ اور قوت اور ایتھر تین چیزین پائی جاتی ہین، اور موجودات ان ہی کے میل سے ہستی قبول کرتی ہین، یون سمجھ لینا چاہئے، کہ سالمات وہ اینٹین ہین، کہ جس سے عالم کا بعید القیاس ڈھیر مرتب ہوا ہے، ذرہ ذرہ حرکت کے ہمہ گیرانہ عمل مین گرفتار ہے، مگر قوت سب پر غالب ہے، قوت اور مادہ اور ایتھر عالم کے اصول اولیہ کی تین جداگانہ اور غیر مرئی صورتین ہین،

قوتِ حیات اور ارتقاے آفرنیدہ کا کرشمہ ہمہ گیر اس بحث سے واضح ہو گیا ہے، کہ تازہ ترین تحقیقات کی روشنی مین کہنہ سال تصورِ مادہ مقبول و مسلم نہین ٹھہر سکتا، ریڈیم کے انکشاف سے ماہیتِ مادہ کا خیال تہ و بالا ہو گیا ہے، سالمات عناصر کے اجزاے ترکیبی ثابت

ل ماخوذ از ''اوٹ لائن آف سائنس'' مضمون ہذا کے بیشتر معلومات اسی سے ماخوذ ہین،

ہوتے ہین، اور یہ بجائے خویش الکٹرون (ذرۂ برق) کے اجتماع سے بنے ہین، یون سمجھنا چاہئے کہ سالمہ کا جزو لا تجزیٰ الکٹرون ہے، اس نظریہ کے رو سے مادہ کی ماہیت برق ظاہر ہوتی ہے، کم و بیش تین ہزار سال سے حکما جسے مادہ سمجھتے رہے، وہ آخر کار بجلی ثابت ہوتا ہے، صدہا سال کے قیاساتِ فلسفہ اور استدلال استقرائی اور استخراجی اور اس سے پیدا شدہ نتائج تہ و بالا ہو گئے ہین، مادہ پرستی جس پر انیسوین صدی کے کئی سرکردہ ماہر جیسے پروفیسر ٹنڈل، کلفرڈ وغیرہ شیدا تھے، اب قصۂ پارینہ اور خواب پریشان معلوم ہوتی ہے، اب تصورِ قوت کو قبولیتِ عام حاصل ہو گئی ہے، مگر تصورِ مادہ کی مانند تصورِ قوت بھی بدل گیا ہے، چنانچہ ممتاز ماہر سائنس پروفیسر ایف ساڈی لکھتے ہین، ''خیالی قوت کا یہ مفہوم ہے، کہ ہم اشیاے بے جان کی نقل و حرکت ان ہی اسباب سے منسوب کرتے ہین، جن سے انسان کی رفتار و گفتار واقع ہوتی ہے، ہم حرکتِ مادہ کو کسی شخص یا چیز سے وابستہ کرتے ہین، جو اسے اپنی طرف کھینچتی یا آگے کو ڈھکیلتی ہے''، فرانس کے ممتاز فلاسفر موسیو برگسن اس امر پر زور دیتے ہین، کہ عالم کے اندر قوتِ حیات (Force vitale) متسلط و متصرف ہے جو ہر قسم کے تغیرات کی محرک ہوتی ہے، آپنے اپنی مخصوص زبان مین ارتقاے آفرینندہ (Creative Evolution) کے معانی اور مظاہر پر بہت جامع بحث اٹھائی ہے، اور تبدلاتِ کائنات کو اسکی ہمہ گیرانہ قدرت سے منسوب کیا ہی، یہ قوتِ حیات عوام کی زبان کے سلمہ لفظ خدا کے مترادف سمجھی جاتی ہے، کون و فساد کے غیر متناہی سلسلہ کی تہ مین یہی قوت ہے، جو نہ صرف حیات ہی سے آراستہ نہین ہے، بلکہ اس مین حکمت بھی ہے، ارادت اور شخصیت عالمانِ دینیات اسی سے منسوب کرتے ہین،

اس بحث سے بالواسطہ یہ امر بھی واضح ہوتا ہی، کہ جو لوگ اصلیت سے ناآشنا یہ دعویٰ کرتے ہین کہ سائنس کی تحقیقات کے نتائج مسلماتِ مذہب کے متبائن ہین، اور اربابِ سائنس خدا کی ہستی سے منکر ہین، وہ میلانِ تحقیقات سے سراسر بیگانہ او ایسا دعوی پیش کرتے ہین، کہ جسکی حقیقت سے کما حقہٗ واقف نہین ہین،

ل ملاحظہ ہو ''مسیٹر اینڈ انرجی'' (مادہ اور قوت) صفحہ ۳۲ بسلسلہ ہوم یونیورسٹی لائبریری،

(۱)

یمن

امام یحییٰ بن حمید الدین،

از

مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین،

جزیرۃ العرب کے ساتھ مسلمانون کو جو مذہبی تعلق ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہین خصوصًا ہندوستان کے مسلمانون کو اس سرزمین کے ساتھ ہمیشہ سے ایک والہانہ دلچسپی رہی ہے، اور وہ ہر موقعہ پر اسکی خدمت اپنے لئے سعادت سمجھتے ہین، انھون نے اس کی فلاح و بہبود مین اپنی امکانی کوششون سے کبھی دریغ نہین کیا، ان کی خارجی پالیٹکس مین سب سے اہم یہی مذہبی مرکز ہے، بقیہ اسلامی ممالک اسی مرکز کے خطوط ہین اس مذہبی حیثیت کے علاوہ ملکی حیثیت سے بھی جزیرۃ العرب کا سوال اہم ہے کہ اسکی کامل آزادی پر ہندوستان کا مفاد بھی متعلق ہے، لیکن اس شدید تعلق کے باوجود عام طور پر مسلمان اس ملک کے تفصیلی حالات کیا اجمالی حالت سے بھی ناواقف ہین کہ وہان کون کون سی سلطنتین ہین؟ کن کن مقامات پر ہین؟ ان کی اندرونی حالت کیسی ہے؟ اقوام مین ان کی پوزیشن کیا ہے؟ دنیا کی پالیٹکس سے ان کو کیا تعلق ہے؟ حج کے سلسلہ مین ان کو حکومت حجاز سے کسی قدر واقفیت ہوتی رہتی ہے اور ادھر کچھ دنون سے اسی سلسلہ مین حکومت نجد کے متعلق تھوڑی بہت واقفیت ہو گئی ہے بقیہ سلاطین کے نام سے بھی اکثر مسلمان ناواقف ہین، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ وار عرب کی تمام موجودہ حکومتون کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ پیش کئے جائین تاکہ جزیرۃ العرب کا موجودہ نقشہ ذہن مین آجائے، آج ہم اس سلسلہ کی پہلی قسط مین حکومت یمن کے حالات ہدیۂ ناظرین کرتے ہین، یہ

حالات شام کے نامور ادیب امین ریحانی کے سفرنامہ ملوک العرب سے ماخوذ ہین، فاضل ادیب ایک عربی النسل عیسائی ہین لیکن اس اختلاف مذہب کے باوجود ان مین عربی قومی عصبیت شدت کے ساتھ موجود ہے، اور سفرنامہ کے صفحہ صفحہ سے اس کا اظہار ہوتا ہے، اس لئے ان کی تحریر عرب کے بارہ مین لائق اعتماد ہے، اسی قومی عصبیت کے جذبہ کے ماتحت انھون نے ۱۹۲۲ء مین ہر طرح کی تکلیفین اٹھا کر عرب کی بادیہ پیمائی کر کے عرب کی حالت دو جلدون مین پیش کی ہے، یہ دونون جلدین تاریخ سے زیادہ سفرنامے کی حیثیت رکھتی ہین، اس لئے واقعات سلسلہ وار نہین ہین، بلکہ دونون جلدون مین جابجا بکھرے ہوئے ہین، مین نے انکو ہر جگہ سے چنکر ایک مسلسل مضمون کی شکل مین تبدیل کر دیا ہے، یہ واضح رہے کہ یہ نقشہ ۱۹۲۲ء کا ہے، ممکن ہے، اب بعض حالات بدل گئے ہون تاہم چھ سات سال کے حالات کو تازہ ہی سمجھنا چاہئے، کہ تاریخ مین تازگی کی مدت اس سے بھی وسیع ہوتی ہے،

یمن، یمن عرب کا ایک شاداب اور سیر حاصل خطہ ہے، امام یحییٰ بن حمید الدین یہان کے موجودہ حکمران ہین، یمن کے حدود اربعہ یہ ہین، جنوب مین عدن، بحر احمر، تعز، ماویہ، اور عقبہ، شمال مین بلاد خولان، و بلاد نجران، مغرب مین امام ادریسی کے حدود سلطنت سے ملتا ہے، اور مشرق مین صحرائے خالی پر منتہی ہوتا ہے، اس کے بڑے شہر اور قصبے صنعا (پایہ تخت) ذمار، یریم، تعز، زبید، بیت فقیہ اور مناخہ ہین، مجموعی رقبہ ۴۰ ہزار مربع میل ہے، جسمین ۲۵۰۰۰۰۰ نفوس آباد ہین، اس آبادی مین، حاشد، بکیل، ہمدان، حوارثہ، ذو محمد، ذو حسین، بنو اسلام، بنو مطر، بنو مکارہ اپنی شہرت اور اہمیت کے لحاظ سے قابل ذکر ہین، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی کچھ یہود، کچھ سنی شوافع اور بقیہ زیدی اور اسمٰعیلی شیعون پر مشتمل ہے، یمن کے اکثر قبائل سخت جنگجو اور حریت پسند ہین، کسی کے سامنے سر اطاعت خم نہین کرتے اس لئے سب کو امام یحییٰ بھی مطیع نہ کر سکے، اور ان کی حکومت یمن کے ایک خاص حصہ سے آگے نہ بڑھ سکی، بقیہ سب آزاد ہین، یہ لوگ اپنے قبیلہ کے کسی شیخ کو امام بنا لیتے ہین، اور جب چاہتے

ہین، اس کو ہٹا دیتے ہین،

زیدی اور انکی تاریخ حکومت یمن کے ملکی حالات معلوم کرنے کے پہلے یمن مین زیدیون کی مختصر تاریخ سن لینی چاہئے،

زیدی زید بن علی زین العابدین کی طرف منسوب ہین، ان مین سے بعض امام منتظر کے قائل ہین، لیکن اکثر امام موجود کو مانتے ہین، وہ کہتے ہین کہ ہمین امام منتظر کے انتظار کی ضرورت نہین، حسن و حسین کی اولاد مین جو صاحب علم، صاحب تقوی اور صاحب اقتدار ہو وہی امام منتظر ہے، ان کے یہان امامت کے شرائط مین ان مین سے ہم زیادہ اہم ہین یعنی امام عاقل، بالغ، آزاد، مجتہد اور صاحب قوت و اقتدار ہو، ابتدا مین فاطمیت کی شرط ضروری تھی، لیکن بعد مین جب مختلف فرقے پیدا ہوئے تو بعضون نے یہ شرط بھی اڑا دی، چنانچہ جارودیہ کے عقیدہ مین امامت حضرت علی رض کے ساتھ وصفاً منصوص ہے، نسباً نہین، یعنی جس شخص مین حضرت علی رض کے اوصاف پائے جائین وہ امام ہو سکتا ہے، سلیمانیہ ان سے بھی زیادہ آزاد خیال ہین، ان کا خیال ہے کہ امامت شوریٰ ہے، اور ہر مسلم مرد صالح امام ہو سکتا ہے، تاہم جمہور زیدی فاطمی کی شرط ضروری سمجھتے ہین،

یمن مین زیدی مذہب کی دعوت تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتی ہے، اول اول سید یحیی بن حسین ہی نے یمن کے بالائی حصہ مین اس کی تبلیغ شروع کی، ان کے بعد انھین کی اولاد مین سے قاسم بن محمد رسی نے امامت قایم کی، قدیم زیدی ائمہ کے زمانہ مین زیدی حکومت کے حدود بہت وسیع تھے ایک طرف عمان، حضر موت سے لیکر حجاز تک سلسلہ پھیلا تھا، دوسری طرف عسیر اور تہامہ کا ایک حصہ ممالک محروسہ مین شامل تھا،

زیدی امامون مین امام شرف الدین بن شمس الدین دسوین صدی کے ربع اول کے بڑے فاتحین مین سے تھے، پھر امام مہدی احمد بن حسین سارے یمن پر چھا گئے، اور امام مہدی لدین اللہ نے غیر ملکیون مین فرانسیسیون کو عدن اور مخا مین داخلہ کی اجازت دی، اور ۱۱۲۰ھ مین ان سے ایک تجارتی معاہدہ کیا، گو یمن مین زیدیون

کی حکومت تھی، لیکن وقتاً فوقتاً دوسری قوتین بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ تک حکمران ہوتی رہین، ترکون سے پہلے کچھ دنون تک قرامطہ کی حکومت رہی، پھر ۹۲۱ھ مین عدن اور یمن کے بعض حصون پر سلطان سلیمانی قانونی نے قبضہ کر لیا، بیس سال کے بعد انکو یمنیون نے نکالا، اس کے ایک صدی بعد ابی عریش کے شریف نے تہامہ مین مستقل حکومت قایم کی، ۹۴۵ھ مین پھر ترکون نے ابی عریش اور حدیدہ پر قبضہ کیا، اور صنعا کی طرف بڑھے، لیکن قابض نہ ہو سکے، لیکن تہامہ اور نجد کی طوائف الملوکی کی وجہ سے امام کی قوت کمزور پڑ گئی، پھر ۱۰۴۵ھ مین سادات نے ترکون کی مدد سے پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر لیا، جہان آج تک قابض ہین، اور ترک صنعا پر قابض ہو گئے، لیکن ۱۲۸۹ھ مین پھر یمنیون نے ان کو نکال دیا، اور اس سلسلہ مین ایک چوتھائی صدی تک جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہا؛ امام منصور کے زمانہ مین احمد فیضی پاشا نے اس سلسلہ کو ختم کر کے پھر صنعا پر قبضہ کیا، اس کے بعد موجودہ امام یحیی نے ۱۳۲۲ھ مین ترکون کو صنعا مین گھیر لیا، او وہ واپس کرنے پر مجبور ہو گئے، یمن زیرین مین بھی ترکون کو شکست ہوئی، ان کی ستر توپین اور بہت سامان حرب یمنیون کے قبضہ مین آیا، اس وقت احمد فیضی پاشا بصرہ مین تھے، یہان سے یہ پچاس ہزار فوج لیکر چلے، اور صنعا کو دوبارہ لیا، اس مرتبہ امام کو بہت سخت شکست ہوئی، ۱۳۲۹ھ مین جب ترکون اور اٹلی مین جنگ چھڑی، تو پھر یمنی قبائل نے بغاوت کی، اور صنعا کا محاصرہ کر لیا، اس وقت ترک خود ایک مصیبت مین مبتلا تھے، اس لئے انھون نے جنگی پیش قدمی نہین کی، عزت پاشا یمن کے والی نہایت مدبر اور ہوشمند تھے، انھون نے امام یحیی کو کامل اندرونی آزادی دیکر ان سے ترکون کی سیادت تسلیم کرا لی، اس کے عوض ترکی حکومت ڈھائی ہزار لیرہ طلائی امام اور قبائل کے شیوخ کو وظیفہ دیتی تھی، جنگ عظیم کے قبل تک دونون کے یہی تعلقات تھے،

موجودہ امام، موجودہ امام یحیی زیدی مذہب کے سب سے پہلے یمنی مبلغ سید یحیی بن حسین رسی کی اولاد سے ہین، یہ ۱۳۲۲ھ مین اپنے باپ منصور کے بعد تخت نشین ہوئے، منصور کی وفات کے وقت ایک اور سید، سید احمد بن

قاسم نے تختِ سلطنت کا دعویٰ کیا، لیکن ناکام رہے، پھر جنگِ عظیم کے بعد جب تمام حکومتون کے نقشے بگڑ چکے تھے، امام کے مخالفون نے دوسرے اُمرائے عرب کو ان کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی، اور انھون نے شریف حسین، امام ادریسی اور انگریزون کے پاس وفود بھیجے، لیکن امام یحییٰ کو خبر مل چکی تھی، انھون نے عدن کے انگریزی حکام کو توڑ لیا، اس لئے یہ وفود عدن ہی مین روک لئے گئے، اور آگے نہ بڑھ سکے، امام یحییٰ نہایت مدبر اور سمجھدار شخص ہین، انھون نے اسی زمانہ مین ترکی باقیات الصالحات افسرون کی مدد سے اپنی فوجی قوت فوراً درست کر لی،

طرزِ حکومت، یمنی حکومت کی بنیاد گو خالص مذہبی ہے، لیکن علاوہ تمدنی حکومت سے ملتی جلتی ہوئی ہے، امام یحییٰ نہایت باتدبیر اور صاحبِ عقل حکمران ہین، لیکن رعایا کی جہالت کی وجہ سے ان کا طریقۂ حکمرانی کامیاب نہین ہونے پاتا، ان کی ذات مین مطلقاً کسی قسم کا تعصب نہین، ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے، کہ رعایا کے کسی فرقہ پر ظلم و تعدی نہ ہونے پائے، اسی لئے وہ دربار کے علاوہ دن کے ایک حصہ مین محل سے باہر نکل کے کسی میدان یا درخت کے نیچے بیٹھ جاتے ہین تاکہ وہ مظلوم جنکی رسائی محل کے اندر نہین ہو سکتی، بلا روک ٹوک آزادی کے ساتھ اپنی شکایتین پیش کر سکین، چنانچہ حاجتمند اپنی شکایتین پیش کرتے ہین اور امام نہایت لطف و مہربانی کے ساتھ ان کا تدارک کرتے ہین، اگر کوئی مذہبی معاملہ ہوا تو شرعی محکمہ کے سپرد کر دیتے ہین، لیکن اس کوشش کے باوجود جاہل اور متعصب زیدیون کی وجہ سے رعایا ظلم سے نہین بچتی، عیسائیون سے ان کو سخت نفرت ہے، ان کو ہمیشہ "سور کے بچے" کے لقب سے ملقب کرتے ہین، بغیر حکومت کی حفاظت کے کسی بیرونی عیسائی کا جان بچانا بہت مشکل ہے، یہودیون کے ساتھ ان کا جو سلوک اور سنی مسلمانون کے ساتھ جو طرزِ عمل ہے وہ آگے معلوم ہوگا،

ذاتی حالات، موجودہ فرمان روایانِ عرب مین امام یحییٰ سے زیادہ کوئی لایق اور بالغ نظر فرمان روا نہین، مذہبی علوم مین ان کو پوری دستگاہ حاصل ہے، خصوصاً ادب اور شاعری مین اپنے تمام ہمعصر عربی حکمرانون

مین ممتاز ہین، سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ وہ دنیا سے الگ بالکل ایک گوشہ مین رہ کر تمام عالم کے واقعات خصوصاً یورپ کی جدید سے جدید پالٹیکس سے کامل واقفیت رکھتے ہین، ان کے یہان تمام مصری اخبارات آتے ہین، ان مین سے اکثر خود دیکھتے ہین، اور اگر کثرتِ کار کی وجہ سے خود موقع نہین ملتا تو سکرٹیری تمام اہم واقعات کا خلاصہ سنا دیتا ہے،

ملکی انتظام مین انہماک، حکومت کا کام نہایت انہماک اور پابندی کے ساتھ کرتے ہین، آرام کے اوقات کے علاوہ سارا وقت اسی مین صرف ہوتا ہے، روزانہ صبح کو چند گھنٹے کام دیکھتے ہین، اس کے بعد شہر کا انتظام دیکھنے کے لئے گشت لگاتے ہین، ظہر کے قریب واپس آکر نماز پڑھ کے کھانا کھاتے ہین، قیلولہ کے بعد پھر دیوان خانہ مین آجاتے ہین، اور رات گئے تک امورِ سلطنت مین منہمک رہتے ہین، رمضان مین بھی ان معمولات مین فرق نہین آتا، دیوان خانہ مین کوئی [illegible] نہین ہے، بلکہ سادہ طریقہ پر عمالِ حکومت کے ساتھ بیٹھ جاتے ہین، داہنی جانب کاتب اعلیٰ بیٹھتا ہے، اور سامنے اور لکھنے والے ہوتے ہین، وسطِ دیوان مین دو فوجی بیٹھتے ہین، ایک کے پاس مہرِ امامت ہوتی ہے، دوسرا روزانہ کے کاغذات کاتب اعلیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے، یہ ان کو دیکھ کر مناسب احکام لکھتا ہے جو معاملہ زیادہ اہم ہوتا ہے اسکو خود کاتب اعلیٰ امام کے سامنے پیش کرتا ہے، امام اس پر حکم لکھتے ہین، جوابات اور احکام لکھنے کے بعد یہ تمام کاغذات خاتم بردار کے حوالے کر دیئے جاتے ہین، یہ سب پر مہر کر کے انکو ملفوف کرتا ہے اسی درمیان مین ہر محکمہ کے افسر اپنی اپنی روئداد پیش کر کے امام سے ضروری احکام و ہدایات حاصل کرتے ہین،

درباری آداب، گو امام سادہ مزاج ہین، لیکن ترکون کے اثر سے شریف حسین کی طرح ان مین بھی ترفع پیدا ہو گیا ہے، اور باریابی کے وقت لوگون کو بلحاظ مراتب مختلف قسم کے آداب بجا لانے پڑتے ہین، بعض صرف دست بوسی پر اکتفا کرتے ہین، بعض قدمبوس ہوتے ہین، بعض نصف خم ہو کر کورنش بجا لاتے ہین، امام عام زائرین کے لئے مسند سے نہین اُٹھتے، لیکن ممتاز خواص کے آنے پر ان کے

رتبہ کے مطابق تعظیم کرتے ہین لیکن نصف قیام سے زیادہ کسی کی تعظیم نہین کرتے، حضرت شیخ الاسلام درباری آداب سے مستثنیٰ ہین، وہ مسنون طریقہ پر سلام کرتے ہین، اور ان کی آمد پر امام کھڑے ہو جاتے ہین،

محاصل، یمن عرب کا نہایت شاداب اور سیر حاصل خطہ ہے، اکثر علاقے نہایت سرسبز و شاداب ہین، آب و ہوا نہایت لطیف اور زمین زرخیز ہے، لیکن یمنی اس سے بہت کم فائدہ اٹھاتے ہین، پھر بھی ہر قسم کا غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے، میوون مین کیلا، انار، انگور، سیب، لیمون، اخروٹ، بادام، زیتون، اور آم کی پیداوار ہوتی ہے، پیداوار کا حکومت دسوان حصہ لیتی ہے، رعایا سے ٹیکس بہت زیادہ لیا جاتا ہے، وہ مختلف قسم کے ٹیکسون سے گرانبار ہے، یہود سے ۳ ریال سے ایک ریال تک فی کس جزیہ لیا جاتا ہے، پھر مسلمانون سے مختلف قسم کے شرعی اور غیر شرعی ٹیکس وصول کئے جاتے ہین، پیداوار کا عشر، مویشی کی زکوۃ، زیورات کی زکوۃ اصل فرض (نقدی) زکوۃ صدقہ، فطر، اس پر جنگی ضروریات کا چندہ مستزاد ہے، حدیدہ اور عدن سے جس قدر مال کی درآمد ہوتی ہے، سب پر جنگی مقرر ہے، اس سے حکومت کو بہت کافی آمدنی ہو جاتی ہے، یہ تمام ٹیکس ملا کر حکومت کے خزانہ مین بے شمار روپیہ داخل ہوتا ہے، اس کا سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف مفروضہ زکوۃ کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار گنی ہے یہ تمام رقمین بیت المال مین جمع ہوتی ہین، امام یحییٰ اس کے تنہا مالک ہین، بغیر ان کی مرضی کے ایک حبہ بھی نہین خرچ ہو سکتا، یہ ٹیکس، رعایا پر بہت گران ہین، لیکن اسی کے ساتھ اسکو اتنا فائدہ بھی پہونچتا ہے، کہ نادار اور کم مایہ لوگون کو بلا سود قرض دیا جاتا ہے، سود قطعی ممنوع ہے، امام یحییٰ کی دولت کا صحیح اندازہ مشکل ہے، ان کے خزانے سونے اور چاندی سے معمور ہین، ان پر ہر وقت سخت پہرا لگا رہتا ہے، ضرورت کے وقت خود امام اپنے ہاتھ سے اسکو کھولتے ہین، کہا جاتا ہے کہ اس بے حساب دولت جمع کرنے سے امام یحییٰ کے پیش نظر کوئی خاص اہم مقصد ہے، لیکن وہ کیا ہے متعین طور پر نہین بتایا جا سکتا،

فوجی قوت، یمن ایک ناخواندہ اور جنگجو مسلح ملک ہے، اس لئے ہر شخص فوجی ہے، اور امام کی ایک آواز پر جمع ہو سکتا ہے، لیکن حکومت کی فوج علحدہ ہے، یمن کے تمام اہم مرکزون پر شلا، مادیہ، اب، یریم، اور ذمار مین تھوڑی تھوڑی فوج رہتی ہے، لیکن بڑا حصہ پایہ تخت مین رہتا ہے، فوج کی مجموعی تعداد کم و بیش ۳ لاکھ ہے، اور چار لاکھ بندوقین میگزین مین موجود ہین، ان مین سے کچھ تعداد قدیم طرز کی بندوقون کی ہے، لیکن زیادہ حصہ نیا ہے، اسکا ایک حصہ مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوا ہے، اور کچھ باہر سے خرید کر منگایا گیا ہے، دو سو توپین ہین، ایک امٹرین کی نگرانی مین قصر غمدان مین کارتوس سازی کا کارخانہ قایم ہے، جہان چار ہزار کارتوس روزانہ تیار ہوتے ہین، بہر حال امام کی فوجی قوت بہت مضبوط ہے، ہر جمعہ کو امام فوج کا معائنہ کرتے ہین، اگر مستعمرین کی گرفت ڈھیلی ہو اور امام کو حصار سے نکلنے کا موقعہ ملے تو کیا عجب ہے یہ حکومت عرب مین کوئی اہم حیثیت حاصل کرلے،

تعلیم کا فقدان، یمن مین تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے، ملک کے طول و عرض مین کوئی باقاعدہ مدرسہ نہین ہے، کہین کہین مساجد مین ملا اپنے طور پر بچون کو قرآن پاک، لغت، اور معمولی مسئلہ و مسائل کی تعلیم دیتے ہین، وہ بھی اس کی اجرت اتنی مانگتے ہین کہ غریب طلبہ اسکو ادا نہین کر سکتے، اگر کہین تدری اعلیٰ تعلیم ہے تو وہ صرف سادات تک محدود ہے، بعض علما، تعلیم و ارشاد کا فرض ادا کرتے ہین، لیکن ایسے لوگ شاذ ہین، ترکون کے زمانہ مین باقاعدہ منتظم مدارس تھے جنمین مذہبی تعلیم کے علاوہ حساب اور جغرافیہ وغیرہ بھی پڑھایا جاتا تھا اور طلبہ کی تمام تعلیمی ضروریات حکومت پوری کرتی تھی، لیکن افسوس، ع آن قدح بشکست وآن ساقی نماند، ترکون کے ساتھ علم و ارشاد کی بساط بھی الٹ گئی، علم دوست یمنی ترکون کے اس احسان کو بہت حسرت و افسوس کے ساتھ یاد کرتے ہین، امام یحییٰ یہ عذر کرتے ہین کہ انکو خانہ جنگیون سے اتنی مہلت نہین ملتی کہ تعلیم کی طرف توجہ کر سکین، لیکن یہ عذر کس قدر لنگ ہے، حقیقت یہ ہے کہ عربون کی نکبت نے انکی یہ میراث بھی ان سے چھین لی

جہل و تعصب، اس تعلیم کے فقدان کا لازمی نتیجہ جہل و تعصب ہے، اسی لئے یمنی بیرونی آدمیون سے بہت گھبراتے ہین خصوصاً عیسائیون کے تو سور کے بچے کہے بغیر نام ہی نہین لیتے کسی بیرونی غیر مسلم کا بلا حکومت یا قاصلِ جدہ کی ذمہ داری کے یمن کے اندر صحیح و سالم رہنا بہت مشکل ہے، یہودی جہل و جمود مین کچھ مسلمانون سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہین، مسلمانون مین گو جہل ہے لیکن حاکم قوم ہونے کی وجہ سے ان مین حاکمانہ رفعت اخلاق موجود ہے، دنائت، اور سفاہت تو نام کو نہین، بلکہ جنگجویانہ اسپرٹ کی وجہ سے حد درجہ خوددار اور نخوت پسند ہین، اور یہود ان شریفانہ اوصاف سے بھی تہی دست اور حد درجہ دنی الطبع اور ذلیل و خوار ہین، اپنے قدیم صیہونی روایات سے ایک انچ نہین ہٹے ہین، مذہبی رسوم مین اسی پرانی لکیر پر چلے جاتے ہین، اب تک اپنے بچون کو قدیم عبرانی زبان مین مذہبی تعلیم دیتے ہین، جدید تمدن کی ان کو ہوا تک نہین لگی، زیدی اپنے اندھے تعصب اور یہود کی جبلی سفاہت کی وجہ سے ان کو جانور سے زیادہ وقعت نہین دیتے، راستہ چلتے گالیان دیتے ہین، تمام زیدی مسلح ہین، راستہ مین کہین یہودی نظر آیا خواہ وہ غریب اس سے الگ ہی چل رہا ہو، لیکن یہ بندوق کے کندے پر ہاتھ رکھ کر اسکو ڈانٹ ضرور بتائے گا، کہ کمبخت یہودی خدا تجھے ذلیل و رسوا کرے راستہ چھوڑ کر چل، یہ سزا یہین پر ختم نہین ہوتی بلکہ زیدی گالیان برساتا ہوا بڑھ کر اس کے منہ پر تھوک دیتا ہے، اور کہتا ہے اگر امام کے عدل کا ڈر نہ ہوتا، تو تجھکو ذبح کر ڈالتا، یہودیون کے لئے بعض خاص قوانین ہین جو ان کو مسلمانون سے ممیز کرتے ہین، یہ طرزِ عمل زیدیون کا ہے، ورنہ حکومت کے نزدیک دونون کو یکسان حقوق حاصل ہین وہ اپنے علم مین ان پر کسی طرح کا ظلم نہین ہونے دیتی، چنانچہ زیدیون کی زیادتیون کی روک تھام کے لئے اس نے قانون بنا دیا ہے، کہ جب کوئی مسلمان کسی یہودی کو گالی دے، تو اس کو ایک معین جرمانہ داخل کرنا ہوگا، جس کا نصف حکومت لیتی ہے اور نصف یہودی کو دلایا جاتا ہے، لیکن یہودی اتنے ذلیل و رسوا ہین کہ وہ اس حقیر رقم کی لالچ مین کوشش کرکے اپنے کو گالی کھلواتے ہین، لیکن اس تحقیر

و تذلیل کے باوجود اپنی قومی خصوصیت، "بنیاپن"، کی وجہ سے تجارت مین ممتاز حیثیت رکھتے ہین، زیدیون کے اس تعصب کو اسلامی تعصب پر نہ محمول کرنا چاہئے، بلکہ یہ زیدی تعصب کا فرقہ پرستانہ مظہر ہے، چنانچہ ان کے تیرِ ستم کا نشانہ سنی مسلمان بھی ہین، گو وہ ان کے ساتھ یہودیون کے ایسا ذلیل سلوک نہین کر سکتے، اولاً کسی قدر مذہبی پاس ہے، پھر سنی اس قدر جنگجو اور خوددار ہین کہ وہ بھی برابر کا جواب دے لین، تاہم جہان موقع مل جاتا ہے، اپنی فطرت سے نہین چوکتے، چنانچہ زیدی محصل سنیون سے نہایت سختی سے ٹیکس وصول کرتے ہین، اس لئے یہ لوگ ان سے ناخوش ہین اور امام کے مخالفون سے مل کر ان کو نقصان پہونچا دیتے ہین،

ذرائعِ خبر رسانی، یمن مین خبر رسانی کے ذرایع اسکی حیثیت کے مطابق خاصے وسیع ہین، تمام اہم مرکزون پر تار برقی کا سلسلہ قایم ہے، حکومت کو ہر وقت تازہ بتازہ خبرین ملتی رہتی ہین، بیرونی آنے والون کی دیکھ بھال پورے طور پر ہوتی ہے، ہر اجنبی کے حدودِ سلطنت مین داخل ہوتے ہی اسکی تمام خبرین حکام کو ملجاتی ہین،

صنعاء، صنعاء یمن کا پایہ تخت ہے، یہ فطرت کی فیاضیون سے مالامال ہے، آب و ہوا نہایت لطیف، بلندی کے باوجود برف باری سے محفوظ اور خطِ استوا کی قربت کے باوجود موسم خوشگوار رہتا ہے، یہ مقام عرب کے قدیم اجبار و آثار کا عجائب خانہ اور ان کی قدیم تاریخ کا مدفن ہے، ملکہ سبا کی جلوہ گاہ یہی تھا، حمیر و قحطان کی بساطِ سطوت اسی زمین پر بچھی تھی، فنِ تعمیر یہان کا قدیم فن ہے، آج بھی ٹوٹے ہوئے کھنڈر اس کی شہادت دیتے ہین، زمانۂ اسلام مین اس نے بڑے بڑے اربابِ کمال پیدا کئے، آج بھی اس کی قدیم خصوصیات اس مین موجود ہین، باشندون مین وہی ذہانت ہے لیکن جہل نے پردہ ڈال رکھا ہے، عمارتین نہایت خوش نما اور بعض بعض ۶ منزل کی ہین، سڑکین بھی وسیع و کشادہ ہین لیکن ناصاف اور بے مرمت ہین، اگر اس کے

اورعدن کے درمیان ریل جاری ہو جائے، تو موجودہ حیثیت سے یمن زیادہ ترقی کر جائے، جو چیزین
باہر سے آتی بھی ہین، وہ آبادی اور تجارتی کاروبار کے بجائے فوج سامان جنگ اور دوسرے
جنگی امور مین کام آتی ہین،

انگریزون کی پالیسی، حکومت یمن کے ساتھ انگریزون کی پالیسی بہت ناقابل اطمینان ہے، انھون نے
ہر طرف سے یمن کی ناکہ بندی کر رکھی ہے، اور بیرونی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہین، بحری و بری
دونون راستون پر انگریز یا ان کے حلیف قابض ہین، عدن پر خود ان کا قبضہ ہے، حدیدہ جو
جغرافی حیثیت سے یمن کا حصہ اور یمن کا بحری ناکہ ہے، از روستی اپنے حلیف سید ادریسی کو دے رکھا
ہے، اس سے امام یحییٰ کی قوت بالکل کمزور ہو رہی ہے، اور انگریزون کی بحری قوت بہت بڑھ گئی
ہے، اس کا ایک کھلا ہوا نقصان امام کو یہ پہونچا ہے، کہ وہ بیرونی دنیا سے آزادانہ تعلقات نہین
پیدا کر سکتے، دوسرے اس بندرگاہ کیوجہ سے ان مین اور ادریسی مین ہمیشہ ان بن رہتی ہے، وہ
ان کو خشکی کے راستہ سے کہین بڑھنے نہین دیتے، اگر کہین بڑھنے کا قصد کرتے ہین تو انگریز خود انکو
روک دیتے ہین، یا اپنے حلیف ادریسی کے ذریعہ سے رکوا دیتے ہین، اس کے علاوہ یمن کے آس پاس
کے تمام چھوٹے چھوٹے روسا اور سرداران قبائل کو وظیفہ پر لگا رکھا ہے، یہ الگ امام یحییٰ کی راہ
مین حائل ہو جاتے ہین، اگر امام یحییٰ اپنی قوت کے بل پر ان کو قابو مین بھی لانا چاہتے ہین تو انگریز
ان کی طرف سے مدافعت کرتے ہین، چنانچہ اس سلسلہ کے ایک رئیس علی بن مانع جو بحر جنوبی اور
یمن کے درمیانی حصہ پر حکمران ہین اور سلطان حواشب کے لقب سے ملقب ہین، انگریزون کے وظیفہ خوار
ہین، ان کے پاس تھوڑی بہت فوج بھی ہے، ۱۹۲۳ء مین امام یحییٰ نے ان پر چڑھائی کی تھی، ان کی
فوجین حواشب کی آبادیون تک پہونچ گئی تھین لیکن انگریزی طیارون نے بمباری کرکے ان کو
منتشر کر دیا، انگریزون کی خوش قسمتی سے ان دونون مین عقائد کے اختلاف نے مخالفت کی خلیج کو

اور زیادہ وسیع کر دیا ہے، کیونکہ سلطان حواشب سنی ہین،

اور تاخود یمنی الگ رہتے رہتے اجنبیون سے گھبرانے لگے ہین اور ان کی یہ وحشت بے وجہ بھی نہین ہے،
اس لئے بمشکل کسی بیرونی شخص کو داخلہ کی اجازت ملتی ہے، خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہ ہو، لیکن بانظر
کے وہ یمن کے حدود مین داخل نہین ہو سکتا، اگر ان دشواریون کے باوجود کوئی یمن کا خیر خواہ یمن جانا چاہے
تو جب تک انگریزون کو اس کی طرف سے کامل اطمینان نہ ہو جائے، اس کی راہ مین طرح طرح کی کاوٹین
پیدا کرتے ہین، اگر ان رکاوٹون پر بھی وہ غالب آگیا تو ان کی خفیہ پولیس، اس کی ہر نقل و حرکت اور رفتار
و گفتار کی کامل نگرانی کرتی رہتی ہے، ان حالات مین یمن کا بیرونی دنیا سے تعلقات پیدا کرنا دشوار ہے،

حدیدہ، حدیدہ کے تفصیلی حالات ادریسی کے حال مین آئین گے، کہ اس وقت یہ انھین کے قبضہ
مین ہے، لیکن چونکہ امام یحییٰ سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے، اسلئے اس موقع پر بھی اس سے کسی قدر واقفیت ضروری
ہے، حدیدہ یمن کا اہم بندرگاہ ہے، اسکی آزادی پر یمن کی آیندہ ترقی کا دارومدار ہے، حدیدہ بحر احمر کے بنادر
مین بہت اہم بندرگاہ ہے، اس کی آبادی ایک لاکھ سے متجاوز ہے، اور بہت بڑا تجارتی مرکز ہے، ترکون کے
زمانہ مین یہان فوجی چھاونی تھی، اور انھون نے ایک فرانسیسی کمپنی کو یہان سے مناخہ اور صنعا تک ریلوے
لائن بنانے کا ٹھیکہ دیا تھا، کام بھی شروع ہو گیا تھا، لیکن جنگ عظیم کی وجہ سے یہ اسکیم پوری نہ ہو سکی،
اور جب اتحادیون نے یہان سے ترکون کو نکالنے کا فیصلہ کیا، تو انھون نے چھوٹے چھوٹے
مقامات حوالہ کر دیئے، لیکن حدیدہ دینے سے انکار کر دیا، مگر انگریزی فوجون نے زبردستی قبضہ کر لیا،
اسمین بہت کشت و خون ہوا، اور حدیدہ کو سخت نقصان پہونچا، جب ترکون سے اسکی حفاظت نہو سکی
تو محمود بک والی حدیدہ نے اسکو امام یمن کے حوالہ کر دیا، کہ یہ یمن کا طبعی حصہ تھا، لیکن انگریزون نے اپنا
قدیم اصول پیش کرکے کہ ہم نے امن وامان قایم رکھنے کے لئے اسکو لیا ہے، اس سے اطمینان کے
بعد واپس کر دین گے، اپنا قبضہ قایم رکھا، کچھ دنون کے بعد سید ادریسی سے معاہدہ کرکے ان کے حوالہ

کردیا، اور انگریزی فوجین یہان سے ہٹ گئین، صرف پولٹیکل ایجنٹ رہگیا، حدیدہ کے علاوہ انھون نے ادریسی کو اسلحہ بھی دیئے تاکہ ترکون کا تسمہ بھی نہ لگا رہنے پائے،

سفارت، انگریز دنیا کے کسی حکمران سے علی الاعلان دشمنی نہین خریدتے خصوصاً جس سے انکا کسی قسم کا مفاد متعلق ہو، گو اس سے مقصد عہدِ مواخاۃ نہین ہوتا بلکہ فریق ثانی پر دوستی کا اظہار ہوتا ہے، حدیدہ کے معاملہ کے بعد یہی روپ انھون نے امام یحییٰ کے لئے بھی بدلا، اور سنہ ۱۹۱۹ء مین کرنل جیکب کی زیر سرکردگی ایک سفارت ہدایا و تحائف لیکر انگلستان سے یمن روانہ ہوئی، جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا، اس سفارت کا مقصد امام یحییٰ کے پاس جانا نہین تھا، بلکہ انگریز قیدیون کا چھڑانا، اور بعض قبائل کو اپنی طرف مائل کرنا تھا، بہرحال یہ سفارت حدیدہ سے یمن روانہ ہوئی، اور بالکل خلافِ امید قبیلہ قحرا نے جو انگریزون کا سخت دشمن تھا، ان کی بڑی خاطر و مدارات کی، باجل مین، امام یحییٰ کے نمایندہ ان کے استقبال کو آئے، کہا یہ جاتا ہے کہ یہان سے قبیلہ قحرا نے انکو آگے بڑھنے سے روک دیا، اسی درمیان مین برٹش گورنمنٹ نے پچاس ہزار لیرہ فدیہ دیکر اپنے قیدی چھڑا لئے، اور وزارت خارجہ نے سفارت کو واپسی کا حکم دیا، اور قحراد جو انگریزون کے سخت دشمن تھے اور جنھون نے ان کے آدمیون کو قید کیا تھا، حدیدہ تک سفارت کو پہونچانے گئے؛ اس سفارت کی واپسی کے ساتھ ہی انگریزون کی گرفتاری اور انکی رہائی کے بارہ مین قبیلہ قحراء مین پھوٹ پڑگئی، امام یحییٰ کو سفارت کی واپسی کی خبر ہوئی تو وہ سمجھے کہ سفارت صنعا نہین آنا چاہتی تھی، بلکہ اس نے چال کی تھی، اس لئے انھون نے فوراً جہاد کا اعلان کردیا، چنانچہ یمنیون نے عدن، حدیدہ اور ان نو مقامات پر جو جغرافی حیثیت سے یمن کا جزو ہین، لیکن یہان انگریزون کی زیر حمایت ریاستین قائم ہین، تاخت و تاراج شروع کردی، انگریز اس ناگہانی آفت سے گھبرا گئے، اور مصالحت کی گفت و شنید شروع کردی، ایک سال اس گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا، لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا، دورانِ مصالحت مین بھی انگریز برابر خفیہ طور پر امام ادریسی کی مدد کرتے رہے

جب امام یحییٰ کو یقین ہوگیا کہ اس گفتگو سے تضییع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا تو انھون نے اپنے نمایندے کو بلا لیا، کہ جب تک انگریز نو مقامات اور حدیدہ واپس نہ کرین گے اس وقت تک کوئی مصالحت نہین ہوسکتی، واقعہ یہ ہے کہ جب تک انگریز اپنی پوشیدہ شاطرانہ پالیسی کو نہ چھوڑین گے اس وقت تک صلح و آشتی کا خیال بھی نہ کرنا چاہئے،

امام کے مطالبات، امام یحییٰ کے مطالبات یہ ہین کہ حدیدہ اور وہ نو مقامات جو جغرافی حیثیت سے یمن کا جزو ہین، انکے حوالہ کردیئے جائین، اسکے بدلہ مین امام ضالع، شعیب، احجود اور بلاد قطیبی سے اپنی فوجین ہٹا لین گے، بشرطیکہ یہ تمام مقامات نیز یافع، عوالق، حضرموت اور لحج بالکل آزاد کردیئے جائین یہان کے قبائل ان مقامات کے آزاد حکمران رہین، اور ان پر خود امام موصوف نیز انگریزون کو مداخلت کا کوئی حق باقی نہ رہے، اور اگر انگریز یہ مطالبات پورے نہین کرتے تو پھر امام بلا کسی شرط و قید کے حدیدہ، لحیہ، صلیف اور وہ تمام بندرگاہین جو یمنی حدود کے اندر بحر احمر کے ساحل پر ہین بلکہ یمن کا وہ کل رقبہ جو جنگِ عظیم کے زمانہ مین ترکون کے پاس تھا واپس چاہتے ہین، اور جب بھی انکو موقعہ ملا کسی نہ کسی طرح لیکر چھوڑین گے،

انگریز امام کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کے خواہشمند ہین، لیکن اسی کے ساتھ یمن کا کوئی اہم حصہ چھوڑنا نہین چاہتے، چنانچہ نہ وہ کوئی بندرگاہ دینے پر آمادہ ہوتے ہین، نہ تو امراے عرب مین سے کسی کی حمایت سے دست برداری پر رضامندی ظاہر کرتے ہین، بلکہ اس کے برعکس وہ حمایت کا دائرہ اور زیادہ وسیع کرنا چاہتے ہین، تاکہ یمن بالا مین انکا اثر و اقتدار قائم رہے، لیکن اس پالیسی پر ان مین اور امام یحییٰ مین مصالحت کی کوئی امید نہین، کیونکہ امام کامل آزادی چاہتے ہین، یمن مین وہ انگریزون کے کسی قسم کے تعلق کو پسند نہین کرتے، حتی کہ انکے پولٹیکل ایجنٹ کا قیام بھی انکو گوارا نہین، کہ درحقیقت یہی تمام فتنون کی بنیاد ہوتے ہین، اپنے حدود سے نکل کے دوسرون کے اختیارات مین مداخلت

شروع کر دیتے ہین، عرب حکمران کے خلاف ان کے معاند قبائل کو برانگیختہ کرکے تماشہ دیکھنا توان کا معمولی کھیل ہے، مثلاً حاشد و بکیل جو امام یحیٰی سے سخت نفرت کرتے ہین، ترکون کے زمانہ سے وظیفہ خواری کے عادی چلے آتے ہین، اور چند سکون کے عوض عربی قومیت کو نقصان پہونچا دینے مین انکو کوئی باک نہین ہوتا، یہ قبائل سرحد پر ادریسی حکومت کے قریب آباد ہین، ادریسی امام یحیٰی کے حریف اور انگریزون کے حلیف ہین، انگریزی پولیٹیکل ایجنٹ بھی یہان رہتا ہے، اگر امام یحیٰی ذرا پیش قدمی کرین تو حاشد و بکیل نہایت آسانی کے ساتھ ان کے خلاف صف آرا کئے جا سکتے ہین،

دوسری سلطنتین خارجی پالیٹکس مین فرانسیسی بالکل انگریزون کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہین انکی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے، کہ بیرونی تعلقات مین انکا قدم انگریزون سے پیچھے نہ پڑنے پائے، اگر آج انگریز کسی سے معاہدہ کرین تو کل ان کا بھی معاہدہ کرنا ضروری ہے، انھون نے سب سے پہلا تجارتی معاہدہ اٹھارھوین صدی عیسوی مین مہدی لدین اللہ سے کیا تھا، اسی وقت سے انکی قہوہ کی تجارت یمن مین پھیلی، موجودہ امام کے عہد مین انھون نے اپنے تعلقات کو اور زیادہ وسیع کرنا چاہا، چنانچہ ان کی ایک سفارت امام یحیٰی کے پاس آئی تھی کہ وہ مخا اور خوفہ کے پرانے بندرگاہ کی تعمیر کی اجازت حاصل کر کے اور یمن مین قہوہ کی تجارت اپنے لئے مخصوص کرلے، لیکن امام کی توجہ حدیدہ کی واپسی کی طرف اس درجہ ہے کہ وہ مخا اور خوفہ کی طرف مطلق متوجہ نہین ہوتے، قہوہ کی تجارت کو مخصوص کرنے پر آمادہ نہ ہوئے،

القضاء فی الاسلام

از مولانا عبد السلام صاحب ندوی

اردو مین جدید موضوع پر ایک پر از معلومات رسالہ جسمین طریقۂ شہادت و انفصالِ مقدمات کے اسلامی اصول و قوانین کی تشریح کی گئی ہے، ضخامت ۹۲ صفحے، قیمت ۱۲ ؎ "منیجر"

فتح المجاہدین عسکر

کتبخانۂ ٹیپو سلطان کا ایک قلمی نسخہ،

از

جناب سید فضل الرحمن صاحب بنگلور (میسور)

مسلمانون کی سیزدہ صد سالہ حکومت کے دور مین جو خدمات علمی بروے کار آئین وہ آج تک تاریخ مین جلی قلم سے لکھی جا رہی ہین، اگر بغداد مین فتنۂ تاتار کی مصیبتِ کبریٰ، اندلس مین عیسائیون کا غدر، اور میدانِ انگورہ مین تیمور و بایزید یلدرم کا جگر خراش سانحہ نہ ہوتا، اور اسلامی سلاطین مین آپس کی خانہ جنگی اور نا اتفاقی نہ ہوتی تو خدا جانے آج مسلمانون کی حکومت کا دائرہ دنیا کے کن کن گوشون تک پہونچا ہوتا، اسیطرح اگر ہندوستان مین آخری دور کے مسلمان امرا اور سلاطین نااتفاقی کے مرض مین مبتلا نہ ہوتے تو آج ہندوستان کی تاریخ دوسری ہوتی، ان مسلمان امرا اور سلاطین مین نواب حیدر علی خانؒ اور ٹیپو سلطانؒ کی شخصیتین خاص حیثیت رکھتی ہین، گو ان کے حالات سے تواریخ بھری پڑی ہین، صفحون کے صفحے سیاہ ہو چکے ہین، لیکن وہ جس قدر مفصل ہین اسی قدر ناتمام بھی ہین، یہ کیون اس لئے کہ جتنے واقعات اور حالات حوالۂ قلم کئے گئے ہین تمام کے تمام صرف ان کے عہد کے جنگی سوانح اور غزوات پر مشتمل ہین نہ ان مین ان کے اخلاق و عادات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نہ ان کے اصلی اغراض و مقاصد کی تشریح کی گئی ہے، اور نہ ان کے علمی و تمدنی خدمات کا کوئی واقعہ بیان کیا گیا ہے، برخلاف اس کے اگر یورپین اقوام کی تاریخ کی ورق گردانی کیجائے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنے ملک کے ایک معمولی واقعہ کو بھی کس قدر اہمیت کے ساتھ بیان کرتے ہین،

دور کیون جائیں صرف بنگلور کی لڑائی کا وہ مقام جسکو اب لنگڑے فرنگی کی قبر کہا جاتا ہے، پر نظر ڈالو تو بخوبی روشن ہو جائیگا کہ مذکورۂ بالا مقام پر چند معمولی افسر اور سپاہی قتل ہوئے ہین لیکن انگریزون نے اس مقام کو ایک تاریخی مقام بنا کر وہان ایک یادگار قایم کردی ہے، کیا یہ مسلمانون کے لئے قابلِ افسوس بات نہیں ہے،

سلطان شہیدؒ کا پورا کتب خانہ کوئی معمولی کتبخانہ نہیں تھا، بلکہ عظیم الشان کتابون کا ذخیرہ تھا جسکی نظیر اس وقت کہین دوسری جگہ نہین مل سکتی تھی، شہادت کے بعد ہر وہ چیز جو شاہی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی بکھر گئی، جو چیز جس کے ہاتھ آئی، اسی کو غنیمت سمجھ کر لے گیا، جو کچھ بچا، وہ انگریزون کے حوالہ ہو گیا، چنانچہ کتبخانۂ شاہی کی بھی حالت ایسی ہی ہوئی جو کتابین لوٹ مار سے بچی تھین، ایک لاکھ سے کچھ کم تھین، ظاہر ہے کہ باوجود لوٹ مار کے کتابون کی تعداد قریبًا ایک لاکھ ہو تو اس کی اصلی حالت کے وقت اس کی تعداد کتنی ہو گی، غرض بچی ہوئی کتابین لندن کی انڈیا لائبریری کو چلی گئین، اور جو کتابین عام لوگون کے ہاتھ لگین، وہ آج تک دست بدست چلی آرہی ہین، مولانا سر قاضی مفتی سید عبد الغفار مرحوم کا کتبخانہ صوبۂ میسور مین زبردست کتبخانہ تسلیم کیا گیا ہے، کتابون کی تعداد چھ ہزار سے زائد تھی، راقم الحروف کی نظر سے کتبخانۂ مذکور کی اکثر کتابین گذر چکی ہین، جنمین سے ایک کتاب مسمّٰی بہ فتح المجاہدین عسکر فارسی کا قلمی نسخہ بھی تھا، کتاب مذکور قریبًا عرصہ ایک ماہ تک زیرِ مطالعہ رہی، کتاب کے آخر مین ٹیپو سلطانؒ خلد آشیان کے دستخط بخطِ طغرا الطرز خاص، نبی مالک ثبت تھے، اور اسی کے نیچے "صحیح نمودہ شد" تحریر ہے، کتاب کی تمام عبارت شکستہ خط مین لکھی گئی ہے، شروع مین بسم اللہ بخط معکوس تحریر ہے، حمد و نعت و منقبت صحابہؓ کے بعد مدحِ سلطان کا عنوان ہے، اور ساتھ ہی چند مدحیہ اشعار بھی لکھے گئے ہین، چنانچہ صفحہ ۴ کی نظم کا پہلا شعر ملاحظہ ہو،

خدیو جہانگیرِ کشور کشا | کہ تیغش ظفر را بود متکا

ا؎ معارف: سلطان ٹیپو کے کتبخانہ کی ایک انگریزی فہرست،

اور صفحہ ۵ کی نظم کا پہلا شعر

زہے شاہ مجاہد حیدر نسب | کہ تیغش بود ذوالفقاری حسب

ہے، کتاب سنہ ۱۲۱۱ ہجری مین سلطانِ شہید رضی اللہ عنہ کے حکم سے لکھی گئی ہے مصنفِ کتاب کا نام زین العابدین ہے، وجہِ تصنیف کی اصل عبارت ملاحظہ ہو،

"چہ در سنہ ۱۱۱۹ ہجری سلطنت تیموریہ بسبب چند در چند کہ عمدۂ آنہا نمک حرامی نوکرانِ شور بختِ آن خاندان بود تا بحدی اختلال وضعف پذیرفت کہ نصاریٰ کوٹھی در سواحلِ ہند بہ بہانۂ تجارت ہمیشہ در کمین بوئند بعض از سبک مغزانِ بے ہوشی و دنیاخران دین فروشی را وسیلۂ ملک گیری و ممالک ستانی نمودہ تمامی مملکتِ بنگالہ و پارۂ از ملک کرناٹک و بندر سورت را بتصرف آوردہ گل بانگِ اذان را بصداہاے عفنتِ ناقوسِ پادریان و عصا و ردائے مشائخان را بصلیب و برنس کشیشان مبدل ساختند، و کار بجائے رسید کہ مال و عرضِ مسلمین دست خوشِ بیدادِ کفارِ فرنگ در بلادِ چین و زنگ بمعرضِ بیع و شری در آمدند تا آنکہ آفتابِ ملک ستانی حضرت ظل الٰہی از افقِ کفر سوزی و مشرقِ اسلام افروزی طالع و لامع گردیدہ بہ ضربِ آبدار التہاب نوایر فتن (؟) را ساکن گردانیدہ گلستانِ شریعتِ محمدی را از خار و خاشاکِ کفر مصفا و آئینۂ ملت احمدی را از زنگِ شرک پاک و مجلی ساخت، تفصیلِ این اجمال و تبیینِ این مقال از روئے تاریخ و قائع کہ بنشیانِ فصاحت شعار و دبیرانِ سحبان آثار بضبط و ربطِ آن مامور اند واضح و لایح میگردد، بالجملہ چون بناے جنگِ اہلِ فرنگ بر رہ رخش و تفنگ است و مردم در آن کار بس ناتجربہ کار آنحضرت بناے معارضہ را مشکل گذاشتہ قواعد و قوانینِ آتش خانہ و فوج کشی و سپہ آرائی از جزئی تا کلی بنوعی ابداع و اختراع فرمودند کہ مہرۂ نصاریٰ باوجود آنکہ تمامی عمر مانند سمندر در آتش بسر بردہ اند از ادراکِ غوامضِ حکمت آن معترف بہ قصور اند لا بحق جائیکہ شعلۂ فہمش چراغ اختراعی افروزد جسم آتش

درون را غیر از انکہ چون شمع کشتہ خاموش ماندچہ علاج الغرض در سنہ سبع و تسعین و مایۃ و الف حکم محکم (۱۱۹۷ھ)

دیر لیغ قوام اضعف مخلوقین زین العابدین از مقتبسان انوار حضور و حاشیہ نشینان محفل نور علی نور

بارقہ نفاذ یافت کہ لآے متلاے قوانین و قواعد مذکور را در سلک تحریر رشتہ تبریز کشد تا این علم

شریف و این ہنر لطیف در بلادِ ہند مفقود و نایاب است رواج یافتہ باین وسیلہ اہل اسلام

براعداے دین خیر الانام مظفر و منصور گردند"

دیباچہ کے ساتھ ساتھ ایک مقدمہ جہاد سے متعلق جو مسائل شرعیہ پر مشتمل ہے، لگا دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۷ کی اصل عبارت:-

"و چون غرض اصلی و مقصد کلی ایجاد این رسالہ جہاد کہ از فرضِ متحتمہ است لازم چنان نمود کہ اولاً بارۂ از مسائل آن و برخے از ضروریات دین در مقدمۂ کتاب ذکر کردہ"

جملہ مسائل شرعیہ کتب معتبرہ سے ماخوذ ہیں، کتاب کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے، کہ سلطان کے عہدِ حکومت میں غیر مسلم یورپین اقوام کو حدودِ حکومت کے اندر کسی زمانہ میں بھی بلا اجازت قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی، اور وہ اس راز کو اچھی طور سے سمجھتے تھے کہ ہندوستانیوں کی خیر اسی میں ہے کہ ہندوستان میں کوئی غیر ملکی باشندہ نہ رہے،

صفحہ ۲۰۶ پر فال نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منظوم بزبان فارسی درج ہے، جو ہدیۂ ناظرین ہے،

کہ این فال نامہ ز اخون علی ست　　　　کلامش مطابق نص جلی ست

گر از صدق نیت بہ بینی تو فال　　　　شود بر تو ظاہر اے نیکو خصال

طریقش چنین ست بشنو ز ما　　　　وضو کردہ خوان سورۂ حمد را

بخوانی تو اخلاص را بعد ازان　　　　دگر خوانی صلوٰۃ اے جان جان

الف ہا بکش تہ سطر از شمار　　　　بدہ طرح تہ تہ اے نیکو شعار

اگر یک بماند ہمہ کار ہا　　　　شود خوب بہتر ز فضلِ خدا،

اگر دو بماند بدست بے گمان　　　　وگر صفر آید میان بدان،

قاعدہ دیگر

دگر قاعدہ بشنو اے جانِ ما　　　　براے شروع مہمات ہا،

ز سوراخ بینی راست چو دم　　　　برون گر بیاید اے نیکو شیم،

بآن کار سازی شروع بیگمان　　　　قدم راست نہ بیشتر شو روان

تصوفِ اسلام

طبع ثانی

ایڈیٹر صاحب سچ کی تصنیف کا جدید اڈیشن، معہ ترمیم و اضافہ و نظرِ ثانی، اسلامی تصوف کا عظمہ، مشاہیر صوفیاے کرام کے حالاتِ زندگی، اور ان کی تعلیمات پر تبصرہ ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحے قیمت عمر

"منیجر" دار المصنفین اعظم گڈھ

قیامُ الدّین

ہندوستان کے مشہور علمی مرکز فرنگی محل (لکھنؤ) سے حضرت قیام الملۃ والدین جناب مولٰنا محمد عبد الباری صاحب رح کی یادگار میں ایک علمی، ادبی، مذہبی رسالہ موسومہ قیام الدین ماہانہ اس غرض سے شایع کیا جا رہا ہے کہ اس کے ذریعہ ناظرین سے مغربیت کے طوفانِ عظیم و آزادی کی بلاے ناگہانی کو نوجوانون کے دلون اور دماغون سے دور کرنے کی اور طبقۂ علماء کے غیر مناسب اختلافات کو دفع کرنے کی حتی الامکان کوشش کیجائے، اسکے علاوہ اہلِ علم و ادب حضرات کیلئے فرنگی محل کے نادر و مشہور آفاق کتبخانے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات متبرکہ سے فیضیاب ہونے کا موقع بہم پہونچائے، سائز ۲۰×۲۶ دو جز، قیمت للعہ سالانہ، احسن انصاری فرنگی محل لکھنؤ

تلخیص و تبصرہ

مصر سو برس کے بعد

موجودہ تمدنی اور اخلاقی انقلابات کو پیشِ نظر رکھکر مصر کے ایک صاحب فکر نے اُس معاشرتی حالت کا ایک فرضی خاکہ قایم کیا ہے، جو مصر مین ایک صدی کے بعد پیدا ہو جائے گی، لیکن مصر ہی کی تخصیص نہین بلکہ بعینہ اسی قسم کے تغیرات ہندوستان مین بھی پیدا ہو رہے ہین، اور مصر و ہندوستان دونون جگہ اُن کے پیدا ہونے کے اسباب بھی مشترک ہین اس لیے یہ معاشرتی پیشینگوئی ہندوستان پر بھی ایک صدی کے بعد صادق آسکتی ہے، اور اس لحاظ سے ہم ناظرین معارف کی دلچسپی کے لئے اُس کا خلاصہ پیش کرنا مناسب سمجھتے ہین،

وہ لکھتے ہین،

اللہ اکبر! سو برس؟ یہ ایک طویل زمانہ ہے، اور یقینی طور پر یہ نہین کہا جا سکتا کہ اس لمبی چوڑی مدت مین آیندہ کیا کیا ہوگا؟

لباس عریانی،

تاہم اس زمانے مین انسانی زندگی مین جو جو انقلابات ہون گے اُن کا ایک دھندلا سا خاکہ میری نگاہ کے سامنے یہ آتا ہے، کہ دنیا برہنگی کی طرف مائل ہو جائیگی، یہ صحیح ہے کہ لباس ہر زمانے مین مصنوعی زیب و زینت کا ذریعہ رہا ہے، لیکن اب قدرتی حسن و جمال کے اظہار کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عورتون کا رجحان بے پردگی کی طرف بڑھتا جاتا ہے

جس کا آخری نتیجہ عریانی کی شکل مین نظر آئے گا، اور اس کی ابتدا باریک جالی دار اور چھوٹے کپڑون سے ہو رہی ہے، اور بازو سینے اور پشت کے بعض حصے تو علانیہ کھلے رکھے جاتے ہین، نوجوان مردون نے بھی اس قسم کے چھوٹے کپڑے استعمال کرنے شروع کر دیے ہین، جن سے جسم کا حسن نمایان ہو سکے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہین نکالنا چاہیے کہ یہ عریانی شہوانی حیثیت سے اباحت یا تمتع عام کا سبب یا اُس کا نتیجہ ہو گی، کیونکہ حسن کسی خاص عضو کے ساتھ مخصوص نہین ہے، ایک پھول کے رنگ روپ، خوشبو بلکہ اُس کے کانٹون تک مین مساوی حسن موجود ہے، اس لئے جب آنکھ کے سامنے عریانی کا یہ منظر آئیگا، تو انسان کی نگاہ کسی خاص عضو کے حسن و جمال پر فریفتہ نہ ہوگی تمھارے دل مین خوف پیدا ہوتا ہوگا، کہ اس حالت مین دورِ وحشت دوبارہ عود کر آئے گا، لیکن درحقیقت ایسا نہ ہوگا، کیونکہ تمدن کی لطافت جذبات کی خشونت و کرختگی مین رقت و نفاست پیدا کر دیگی، بلکہ بہت سے شہوانی جذبات کو مردہ کر دیگی،

انسان کن کن حیرت انگیز طریقون سے اپنے نفس کو فریب دیتا ہے، وہ آہستہ آہستہ عریانی کی طرف قدم بڑھاتا جاتا ہے لیکن اس کے اصلی علل و اسباب کو ظاہر نہین کرتا بلکہ اسکی توجیہ کرتا ہے کہ اس سے جسم انسانی صحیح و تندرست رہتا ہے، اور اس کی قوت و تروتازگی قائم رہتی ہے،

ازدواج

نظام اجتماعی کے ایک خاص جزو نظامِ ازدواج کی حالت روز بروز بدلتی جاتی ہے، اور عورت مردون کے مقابل مین آزادی و مساوات حاصل کر رہی ہے، اس طریقہ پر نظامِ ازدواج اُس نظام اجتماعی کے ساتھ موافقت اور مناسبت پیدا کر رہا ہے، جو اشتراکیت یعنی سوشیالزم کا قالب اختیار کر رہا ہے، اس نظام کے مکمل ہو جانے کے بعد مال و دولت، آل و اولاد سب حکومت کی ملک ہو جائین گے، اور میان بیوی مین صرف عشق و محبت کے تعلقات رہجائین گے، جو اسی وقت

تک قایم رہ سکین گے جب تک دل مین عشق و محبت کے جذبات موجود ہین، باقی نکاح سے میان بیوی مین جو ذمہ دارانہ تعلقات پیدا ہونے چاہئیں وہ قایم نہ رہ سکین گے، ہر ایک اپنی ذات کا مالک ہوگا اور حکومت انکی اولاد کی تعلیم و تربیت وغیرہ کی ذمہ دار ہوگی، توالد و تناسل مین خاص ضبط و تنظیم قایم ہوجائے گی، اور ہر شخص ایک متعین و محدود تعداد مین اولاد پیدا کرنے پر مجبور کردیا جائیگا،

گفتگو

ایک نہایت دلچسپ بات یہ ہے کہ آیندہ زمانے مین لوگ گفتگو اور خط و کتابت سے بے نیاز ہوجائین گے، تمکو یہ خیال تعجب انگیز معلوم ہوتا ہوگا، لیکن درحقیقت اسمین کوئی تعجب کی بات نہین تم ایک دوست سے گفتگو کرتے کرتے خاموش ہوجاتے ہو، پھر اُس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہو تو تمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی پیشانی، آنکھ، لب بلکہ چہرے کی ایک ایک شکن پر کوئی چیز جلی حروف مین لکھی ہوئی ہے، اب تم اُس سے گفتگو کرنے لگتے ہو، تو یہ کوئی نئی گفتگو نہیں ہوتی بلکہ اُس کے چہرے سے جس بات کا اظہار ہو رہا ہے، اُسی سے تمھاری گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، یہ ایک عقلی گفتگو ہے اور لاسلکی نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اس قسم کی گفتگو کیجا سکتی ہے، تو جب ایک آلہ دوسرے آلہ سے اس قسم کی گفتگو کرسکتا ہے، تو ایک انسان دوسرے انسان سے کیون نہین کرسکتا،؟ اس انقلاب کے بعد اخبارون، رسالون اور کتابون کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی، نظم و نثر کا دور ختم ہوجائیگا، ادیبون اور خطیبون کی گرم بازاری سرد ہوجائے گی، کیونکہ اس وقت ان چیزون کی ضرورت صرف اس لئے ہے کہ یہ انسانون کے درمیان گفتگو کا ایک ذریعہ ہین، لیکن جب گفتگو ہی کی ضرورت نہین رہیگی تو یہ چیزین کس کام آئین گی ؟

فضائل و رذائل

ان تمام انقلابات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخلاقی و معاشرتی فضائل و رذائل کا معیار بدل جائیگا، اور ایک نیا نظام اخلاق قایم ہوگا جو پہلے سے بالکل مختلف ہوگا، لیکن کیا اس عظیم الشان انقلاب کے لئے ایک صدی کافی ہوگی، ؟ کچھ لوگ اس کے موافق ہین اور کچھ مخالف لیکن اسکا فیصلہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب سب لوگ ایک صدی تک زندہ رہ سکین، "ع"

کلکتہ کے ابتدائی فارسی اخبارات

مسٹر برجیندر ناتھ بنرجی نے مسلم انسٹیٹیوٹ کلکتہ کے سہ ماہی رسالہ مسلم ریویو مین اُن فارسی اخبارات کے حالات درج کیے ہین جو غدر سے پہلے کلکتہ سے شایع ہوتے تھے،

ہندوستان ۱۷۸۰ء تک طباعت کی نعمت سے محروم تھا، ہندوستان کا سب سے پہلا اخبار بنگال گزٹ تھا، جو ۲۹ جنوری ۱۷۸۰ء سے شایع ہونا شروع ہوا تھا، لیکن بہت جلد بند ہوگیا، اور اس کے بعد انڈیا گزٹ (نومبر ۱۷۸۰ء) اور کلکتہ گزٹ (فروری ۱۷۸۴ء) نے اس کی جگہ لی، بنگالی زبان کا سب سے پہلا رسالہ دیگدرشن تھا، یہ اپریل ۱۸۱۸ء مین نکلا، اور اس کے بعد ہی سیرام پور ہی سے پہلا بنگالی اخبار ۲۳ مئی ۱۸۱۸ء کو شایع ہوا، فارسی اخبارات کا سب سے اول تذکرہ کلکتہ کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۲۲ء کی کارروائی مین ملتا ہے، یہ اس اجلاس مین مسٹر ڈبلو۔ بی۔ بیلی نے کہا کہ :-

"اس وقت کلکتہ سے چار ہفتہ وار دیسی اخبارات نکلتے ہین، ان مین سے دو بنگلہ ہین اور دو فارسی
...... مین فارسی اخبارات کے دوسرے قابل اعتراض حصون پر کچھ کہنا نہین چاہتا.........
مذکورۂ بالا دو فارسی اخبارون مین سے ایک جام جہان نما ہے، اور دوسرا مراۃ الاخبار، اول الذکر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک انگریزی تجارتی کوٹھی کی ملکیت اور اسی کے زیر اہتمام شایع ہوتا ہے، موخر الذکر اخبار مشہور رام موہن رائے کا ہے، یہ اخبار گذشتہ ۴ مارچ سے شایع ہونا شروع ہوا ہے"

جام جہان نما، اردو اور فارسی مین ہفتہ وار شایع ہوتا تھا، اس کا ماہوار چندہ دو روپیے تھا، اس کے دوسرے

نمبر مین اس کے مقاصد کی اس طرح تشریح کی گئی تھی کہ اس کی غرض وغایت انگریزی اخبارات کی خبرون اور کمپنی کے علاقہ اور ملک کے دوسرے حصون کے متعلق اطلاعات بہم پہونچانا ہے، یہ اخبار نمبر ۱ سرکلر رو سے شایع ہوتا تھا، اس کے اڈیٹر لالہ سواسکھ منشی تھے،

مراۃ الاخبار، ہندوستان کے زیادہ آزاد خیال اور مغربی تعلیمات سے متاثر اصحاب کیلئے تھا،

دوسرے فارسی اخبارات جن کا سرکاری محافظ خانہ سے پتہ چلتا ہے، اور جن کے فائل موجود ہین یہ ہین:-

(۱) شمس الاخبار، اردو فارسی مین شایع ہوتا، اس کے اڈیٹر منی رام ٹھاکر تھے، نمبر ۶ جور بگان اسٹریٹ مقام اشاعت تھا، اس کے مالک ماہتر موہن متر تھے، اسے ۶ مئی ۱۸۲۳ء کو اجازت اشاعت دی گئی،

(۲) بنگال ہیرلڈ، یہ ہفتہ وار اخبار انگریزی، بنگلہ، فارسی اور ناگری مین ہر سنیچر کو شایع ہوتا، اس کا اڈیٹر رابرٹ مانٹیگو مارٹین سرجن تھا، نمبر ۷ بانس ٹولہ سے شایع ہوتا تھا، (راجہ) رام موہن رائے دوارکا ناتھ ٹیگور، پرسنا کمار ٹیگور اور نلرتن ہلدار کا اس اخبار سے خاص تعلق تھا، اسے ۵ مئی ۱۸۲۹ء کو اجازت ملی،

(۳) سماچار سبھو رجندر، فارسی و بنگالی مین، اس کے ناشر و طابع شیخ علیم اللہ (کلنگا کلکتہ) تھے، اسے ۹ ستمبر ۱۸۳۱ء کو اجازت ملی،

(۴) ماہ عالم افروز، فارسی مین، اڈیٹر وہاج الدین، مقام اشاعت نمبر ۳۲ تالتلہ، کلکتہ، تاریخ اجازت ۲۲ مارچ ۱۸۳۳ء،

(۵) آئینۂ سکندر، ہفتہ وار فارسی اخبار تھا، یہ مطبع آئینہ سکندر واقع نمبر ۱۵ کلنگا (موجودہ کالنس اسٹریٹ) سے شایع ہوتا تھا، اس کا ننانوان نمبر جو ۲ جنوری ۱۸۳۳ء کا ہے، سرکاری محافظ خانہ مین محفوظ ہے،

(۶) سلطان الاخبار، یہ ہفتہ وار فارسی اخبار بھی منشی غلام رحمٰن کی مسجد کے پاس سے شایع ہوتا تھا، اس کے پہلے نمبر کی تاریخ ۱۰ اگست ۱۸۳۵ء ہے،

(۷) مہر منیر، یہ ہفتہ مین دوبارہ فارسی مین مہر منیر پریس سے شایع ہوتا تھا، یہ مطبع ۱۰ اجلنگا، مہدی باغ کلکتہ مین واقع تھا، اس کے پہلے نمبر کی تاریخ یکم مئی ۱۸۳۱ء ہے، (ن)

نینوا کے آثار

موصل کے قریب ساحل دجلہ پر دو بہت بڑے ٹیلے قائم ہین، ان کے متعلق ماہرین علم آثار کا خیال تھا کہ یہ قدیم شہر نینوا کی پرانی یادگارین ہین اور ان کی کھدائی کے بعد بہت کچھ اثری نوادر کے انکشاف کی توقع ہے، کیونکہ ان دونون ٹیلون کے گرداگرد ان اندرونی دیوارون کے آثار باقی ہین جنھین شاہ سنخریب نے قائم کیا تھا، اس دیوار کا طول ساڑھے آٹھ میل ہے، شمال مغرب مین اس بیرونی دیوار کے آثار بھی پائے جاتے ہین جنکی تعمیر پایۂ تکمیل کو نہین پہونچ سکی تھی،

ماہر علم آثار ڈاکٹر کابل تامسین نے نینوا کے ان آثار پر توجہ مبذول کی، اور یہان کھدائی کا سلسلہ جاری کیا، اس وقت ہمارے پیش نظر انھین کی قلمبند کی ہوئی روداد ہے، وہ کہتے ہین:-

"مین ۱۹۰۴ء مین ڈاکٹر کنگ کی معیت مین، ان دونون ٹیلون مین جنوبی ٹیلہ کو کھودنا شروع کیا، بالآخر مین نبو (ستارہ عطارد) کے معبد کے ایک حصہ سے مٹی ہٹانے مین کامیاب ہوگیا، اس معبد کی مختلف آنے والی قومون نے تین بنیادین قایم کی تھین، کیونکہ لوگ اشور اور نینوا کی بربادی کے بعد یہان پر بس گئے تھے، یہان کی سب سے آخری آبادی دسوین صدی سے چودھوین صدی کے درمیان یعنی نینوا کی بربادی کے ۱۶۰۰ سال بعد ایک سریانی بولنے والی قوم پر مشتمل تھی، اور ہمارے لئے انھی کے آثار باقیہ نہایت زحمت طلب ثابت ہوئے، کیونکہ جب تک ہم انھین پورے طور پر ہٹا نہین سکے، اصل مقصود نظر نہ آیا، اگرچہ اس سلسلہ مین بھی چند باتون کا انکشاف ہوا، جو اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے نینوا کے آثار سے کسی طرح کم نہ تھین، اس لئے ہمین فخر ہے کہ ہم ایک ہی سلسلہ مین دو اہم کام انجام پا گئے،

پھر اس کے بعد ہمین گذشتہ سال دوبارہ جانے کا اتفاق ہوا، اور ہم نے انتہائی مسرت و انبساط سے اس سلسلہ کو جاری کردیا جب ہم تیسری یعنی آخری بنیاد تک پہونچے، تو دیکھا کہ وہ نہایت مستحکم پتھریلی بنیاد تھی، اس کے بعد ہم انتہائی جد و جہد سے ایک منقوش پتھر کے پانے مین کامیاب ہوگئے جس پر اشور بنی پال کا فسانہ درج تھا کہ وہ علامیون پر کیونکر کامیاب ہوا،

معبد کی عمارت باہر سے مستطیل ہے، جو ایک داخلی صحن سے گھری ہوئی ہے، ہمین ایک بہت بلند چبوترہ ملا جس پر شاہ سرجون کے نقوش موجود تھے، اسی طرح ایک کنوان تقریباً ۹۰ فٹ گہرا دریافت ہوا جس کے اندر ایک ڈول بھی پڑا ہوا تھا، یہ سب چیزین شاہ سرجون کی تعمیرات مین سے تھین عمارت کے سامنے بھی ایک چبوترہ تقریباً ۴۰۰ فٹ لمبا تھا جس مین تقریباً ۴۰ منقش پتھر ہون گے، ان مین سے بعض نقوش سے پتہ چلتا ہے کہ اشور بنی پال نے بعض پتھرون کو درباری جگہ لگایا تھا، یہ چبوترہ ۱۲ فٹ گہرا ہوگا، چبوترہ کے سامنے ایک پختہ رنگین فرش ہے، پہلے ہمارا خیال ہوا کہ شاید یہی فرش اس عمارت کے سامنے ہوگا، لیکن بعد مین تحقیق ہوا کہ یہ اشور نتصر بال کے محل کا ایک حصہ ہے، جو نو صدی قبل مسیح مین گذرا ہے،

اس معبد کے اردگرد مورتین اور نقش و نگار کئے ہوئے پتھر بہت سے بکھرے پڑے تھے ہمین ایک چھت بھی ملی جس کے نقوش سے ان اصلاحون اور ترمیمون کا پتہ چلتا ہے، جو اشور نبی بال نے مختلف معبدون مین کی تھین،

"ر"

حیاتِ امام مالک

امام مالکؒ کی سوانحعمری، علم حدیث کی مختصر تاریخ، فقہ مدنی کی خصوصیت اور علم حدیث کی پہلی کتاب موطائے امام مالک پر تبصرہ ضخامت ۴۰۶ صفحے، قیمت عہ "منیجر"

اخبارِ علمیہ

طبقاتِ زمین کا نظریہ

زمین کی ترکیب کے بارہ مین سب سے اخیر رائے ہارورڈ یونیورسٹی کے معلم طبقات الارض (جیالوجی) ڈاکٹر ڈالی کی ہے، ان کے نزدیک زمین کی تہلی تہ کے نیچے پگھلے ہوئے سیال شیشہ کا ایک بہت بڑا کرہ ہے جس کے قطر کا طول زمین کے طول کا نصف یعنی چار ہزار میل ہے، پھر اس کرہ پر ایک معدنی طبق محیط ہے، جس کی بلندی ایک ہزار میل ہے، پھر اس طبق پر اسی کے برابر ایک پتھریلا طبق ہے، اور ان سب کے اوپر زمین کی بالائی سطح ہے، اس کی بلندی جیسا کہ مشہور ہے تیس میل لمبی ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ شیشہ کا کرہ ایک کثیر الحجم دباؤ کے نیچے ہے، جس کا وزن پچاس کروڑ پچاس لاکھ پونڈ ہے، اس کا درجہ حرارت سنٹی گراڈ کے حساب سے ۵۰ ہزار ہے یا ۹۰ ہزار فارنہیٹ ہے، اس پر بر اعظم اور سمندر تیر رہے ہین انھین کی حرکت سے زلزلے، آتش فشان اور پہاڑ پیدا ہوتے ہین، ڈاکٹر موصوف یہ بھی کہتے ہین کہ آفتاب سے قوتِ دفع کے سبب سے جو گیسین الگ ہوتی ہین، انھین سے زمین بنی ہے، اور اسکی سیال حالت سے ٹھوس اور منجمد قالب اختیار کرتے وقت چاند اس سے جدا ہوگیا، اسی لئے زمین کی شکل پوری گول نہ رہی، اور اب وقتاً فوقتاً ان زلزلون اور آتش فشانی کے ذریعہ سے وہ گول بننے کے لئے کوشان ہے

شہاب ثاقب کی کثرت

برنسٹن یونیورسٹی کے استادِ فلکیات ڈاکٹر ہنری نورس رسل کی رائے ہے، کہ ایک ارب شہاب ثاقب روزانہ کرۂ زمین پر گرتے ہین، لیکن ان مین اکثر بہت ہی چھوٹے ہوتے ہین، انکا وزن انگریزی پونڈ کے چار لاکھ پچاس ہزاروین حصہ کی برابر ہوتا ہے لیکن آفتاب پر ہر منٹ ساٹھ ٹن کا شدہ جوالہ ٹوٹتا رہتا ہے

نظریۂ ڈارون کی غلطی

مشہور ڈاکٹر اوسبورن امریکن میوزیم کے تاریخ طبعی کے ناظم کا بیان ہے، کہ وہ انسان نما بندر جسکا جادہ مین انکشاف ہوا ہے، انسان کا جدِ اعلی نہین ہے، جیسا کہ لوگون کا خیال ہے، ڈاکٹر موصوف ڈارون کے اس نظریہ کی کہ انسان اور بندر مین قرابت قریبہ ہے بدلائل تردید کرتے ہین، وہ کہتے ہین کہ قدرت نے بندرون کے ہاتھ پاؤن کی ساخت اس قسم کی رکھی ہے، کہ درخت پر چڑھنے اور اترنے مین آسانی ہو، اور انسانی ہاتھ پاؤن کی ساخت ایسی نہین ہے، نیز انسانی ہاتھ کی تاریخ ارتقا بہت طویل اور بندرون کے تمام اقسام سے بالکل جدا ہے، انسانی گہوارہ کے بارہ مین بھی ان کی رائے مختلف ہے، ان کے نزدیک سب سے پہلا انسان یا چینی منگولیا کے نشیبی حصہ مین پیدا ہوا یا افریقہ کے بالائی حصہ مین،

مادی انسان کی قیمت

آج انسان اپنے جسمانی آرام و آسایش کے لئے لاکھون روپیہ صرف کرتا ہے، لیکن کاش اسکو یہ معلوم ہوجاتا کہ جس مشتِ خاک کے لئے وہ بے دریغ روپیہ لٹاتا ہے، اسکی قیمت پچیس فرانک سے زیادہ نہین، ڈاکٹر چارلس مارلی نے اس سوال کے جواب مین کہ "انسان کس چیز سے بنا ہے، اور اس کے مادہ کی کتنی قیمت ہے،" یہ جواب دیا کہ ایک انسان کی چربی سے ۷ ٹکیان صابون کی بن سکتی ہین اور اس کے آہنی مادہ سے ایک معمولی کھونٹی، اور شکری مادہ سے دو فنجان قہوہ، اور فاسفورس سے ۲۲۰۰ گندھک کی تیلیان اور میگنیزیم سے تھوڑی روشنی اور کچھ معمولی مقدار پوٹاس اور گندھک کی اور ان تمام چیزون کی مجموعی قیمت ۲۵ فرانک ہے،

ایک کامیاب مؤلف

مغربی ممالک مین کتابون کی اشاعت اور مطالعہ کا ذوق جتنا بڑھتا جاتا ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک جرمن اہل قلم ایرخ ماری رمارک نے ایک ناول لکھا ہے، جس کا موضوع یہ ہے،

"وہ امن و سکون جو مغربی میدان مین خیمہ زن ہے" اس مین اس نے جنگ کی ہولناکیون کا نقشہ کھینچا ہے، یہ ناول جرمنی، فرانس، انگلستان اور ولایات متحدہ امریکہ مین اتنا مقبول ہوا کہ لٹریری ڈائجسٹ کے بیان کے مطابق ایک قلیل مدت مین اس کے ۱،۱۵۱،۰۰۰ نسخے فروخت ہوگئے، ان مین سے آٹھ لاکھ جرمنی مین، دو لاکھ چالیس ہزار امریکہ مین، دو لاکھ انیس ہزار فرانس مین اور ایک لاکھ پچانوے ہزار انگلستان مین بکے، اور مؤلف کو ایک لاکھ گنی (تقریباً ۱۳ لاکھ روپیہ) نفع ہوا، اس کا اندازہ ہندوستانی ذوقِ مطالعہ سے کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے،

فضا کی ملکیت کا سوال

فنِ پرواز کی روز افزون ترقی اور ترویج سے معلوم ہوتا ہے، کہ مستقبل قریب مین فضا کی ملکیت کا سوال بھی اُٹھے گا، اور جب تک عام ملکی قوانین کی طرح اس کے لئے بھی قوانین نہ وضع کئے جائینگے، اسوقت تک نزاعین پیدا ہوتی رہین گی، ایک انگریزی اخبار راوی ہے کہ کنیڈا کے بیرسٹرون نے یہ سوال اٹھایا ہے، کہ اگر ایک شخص بلند عمارت بنانے کے لئے زمین خریدے، تو اسکو کتنی منزلین بنانے کا اختیار ہوگا، اور کے منزل پر انتہائی بلندی کا اطلاق ہوگا اور کیا صاحبِ مکان کو اپنے مکان کی بالائی فضا ہوائی جہاز کے اسٹیشن بنانے کے لئے بیچنے کا اختیار ہوگا؟ یہ سوال اس لئے اٹھا ہے کہ نیویارک اور شیکاگو کے بلند مکانون کے مالک عنقریب اپنے مکانون کی بالائی فضا بعض ہوائی کمپنیون کے ہاتھ بیچنے والے ہین، اس لئے اب اس بارہ مین قوانین کی ضرورت محسوس ہورہی ہے،

جرمنی کا تاوانِ جنگ

جرمنی ڈادز کی تجویز کے مطابق بارہ کرور پچاس لاکھ پونڈ سالانہ جنگ کے تاوان مین اپنے حریف اتحادیون کو غیر معین مدت کے لئے دیتا تھا، لیکن اب ینگ کی تجویز کے بموجب اس کو دس کرور پونڈ سالانہ ۳۷ سال تک دینا پڑیگا، اس کے بعد پھر ۲۲ سال آٹھ کرور، اسکی پہلی قسط آیندہ مارچ مین آٹھ کرور پچاس لاکھ پونڈ کی ہوگی، اور یہ تعداد برابر بڑھتی رہیگی تا آنکہ ۱۹۶۶ء مین بارہ کرور دس لاکھ تک پہونچ جائیگی، اس کے

بعد پھر بتدریج گھٹتے گھٹتے سنہ ۱۹۵۰ء مین آٹھ کروڑ تک آجائیگی، اور اس کے ۳ سال بعد اور گھٹ کر چار کروڑ سو لاکھ ہوجائے گی، یعنی اس وقت جس کی عمر ۵ سال کی ہے جب وہ ۴۰ سال کا ہوگا تب جرمنی تاوان جنگ سے سبکدوش ہوچکے گا، سنہ ۱۹۲۹ء سے سنہ ۱۹۶۵ء تک اس تاوان سے دو کروڑ دس لاکھ گنی سالانہ انگلستان کو ۸ کروڑ بیس لاکھ فرانس کو، ایک کروڑ دس لاکھ اٹلی کو، ۸۰ لاکھ بلجیم کو تیس لاکھ امریکہ کو، دس لاکھ رومانیہ کو ۹ لاکھ سے زیادہ جاپان کو ۹ لاکھ سے کم یوگوسلاویا کو، ۶ لاکھ پرتگال کو، ساڑھے تین لاکھ یونان کو اور ۵۰ ہزار پولینڈ کو ملین گی،

فلسطین کے مدرسے

اس وقت فلسطین مین ۸۰۰ مدرسے ہین ان مین سے ۳۱۴ سرکاری ہین، ۱۵۵ یہودیون کے ۱۸۳ عیسائیون کے اور ۵۴ مسلمانون کے، مسلمانون کی تعلیم کا دار و مدار زیادہ تر سرکاری مدارس پر ہے، اور انھین مین مسلمان طالب علمون کی بڑی تعداد تعلیم حاصل کرتی ہے، فلسطین کے طالب علمون کی مجموعی تعداد ۵۶۸۰۸ ہے، اُن مین ۳۸۹۵۹ عرب ہین اور ۱۷۸۴۹ یہودی، مدارس مین عرب مسلمان طالب علمون کی تعداد ۳۳۲۰۲ ہے، ان مین ۱۷۱۰۹ سرکاری مدارس مین ہین اور ۴۲۲۵ پرائیویٹ مدرسون مین،

مصنوعی ریشم

آج کل مصنوعی ریشم کثرتِ استعمال کی وجہ سے روئی کی طرح ایک ضروری چیز بن گیا ہے لیکن اسکی کثرت کے باوجود اصلی ریشم کی مانگ پر کوئی اثر نہین پڑا، بلکہ ریشم کے کیڑون کی پرورش کا اہتمام برابر بڑھتا جاتا ہی، چنانچہ سنہ ۱۹۲۶ء مین اٹالین ریشم کی مانگ جسکی تجارت دنیا مین سب سے بڑھی ہوئی ہے، گذشتہ سالون سے بہت زیادہ تھی، اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ ۹ کروڑ اسی لاکھ پونڈ سالانہ مصنوعی ریشم بناتا ہے، انگلینڈ ۲ کروڑ پونڈ، اٹلی ۲ کروڑ ۵ لاکھ پونڈ، جرمنی چار کروڑ دس لاکھ پونڈ، فرانس ۳ کروڑ پونڈ، ہالینڈ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ، بلجیم ایک کروڑ پچاس لاکھ، سوئزرلینڈ ایک کروڑ بیس لاکھ، جاپان ایک کروڑ ساٹھ لاکھ، غرض گذشتہ سال کی مجموعی تعداد تئیس کروڑ ستر لاکھ پونڈ تھی، اسکے مقابلہ مین گذشتہ سے پیوستہ سالون کی تعداد چھبیس کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ سے نہین بڑھتی، امریکہ نے اس مصنوعی ریشم کا نام رایون رکھا ہے،

ادبیات

قندِ شیراز

فیوضِ حضرت قدسی شیرازی،

(شیراز کے ایک دیرینہ سال صوفی صافی بزرگ المتخلص بہ قدسی، جو صوبہ سرحد کے ایک شیخ کامل حضرت عثمان صاحب موسی زئی (ڈیرہ اسمٰعیل خان) کے مرید و خلیفہ ہین اور علی گڈھ مین گوشہ نشین ہین،)

بگو اے نسیمِ سحر گہے بنگارِ لالہ عذارِ من — گلِ سرو قامتِ باغِ دل چمنِ ہمیشہ بہارِ من
کہ قسم بدیدۂ خون فشان بشبِ فراقِ پریوشان — بگذر بکوی جفا کشان بنگر بحالتِ زارِ من
کہ چہا کشم ز جفای تو چہ جفا برم ز برای تو — نہ گمانِ مہر و وفای تو نہ امیدِ صبر و قرارِ من
بفدای دیدۂ خون فشان کہ ز فیضِ ابرِ بہارِ آن — گل و لالہ رستہ و ارغوان ز چمن سرای کنارِ من
چہ عجب ز دیدۂ خونفشان کہ ز بعد مرگِ من آن نہان — گل و لالہ خیزد و ارغوان ز غبارِ خاکِ مزارِ من
خوشم ارچہ یار بکین بود، پے دین و دل بکمین بود — چو شعارِ او ہمہ این بود بجز آن مباد شعارِ من
ز گرہ کشائی من ہمی بین انجمن شدہ عالمے — بفدای گیسوی پرخمے کہ گرہ فگندہ بکارِ من
دلِ نغمہ سنجِ ہوای او کہ بساخت سازِ ثنای او — چہ مجالِ آنکہ نوای او گذرد ز بزمِ نگارِ من
ز ثنای یار کہ دم زند چہ مجالِ آنکہ قلم زند — سخن آن بود کہ رقم زند سخن آفرینِ دیارِ من[1]

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ
(سعدی)

[1] اشارہ بسوی سعدی شیرازی قدس سرہ

درسِ عمل

جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

مٹ گئی ہین اختلافِ باہمی مین ہتین — کس لئے غافل بچھاتا ہے حریفانہ بساط

طے بھی کر آپس کے جھگڑے آہ اس قابل نہین — یہ رواقِ پرخطر یہ دہر یہ کہنہ رباط

بال سے باریک تر شمشیر سے ہے تیز تر — ڈگ نہ جائے پاؤن دیکھ لے جادہ پیما صراط

ہستی مہمل ہماری اتنی بے مایہ ہوئی — جسطرح ہین لوحِ ابجد پر حرفِ بے نقاط

ہے اسی سازِ شکستہ مین صدائے جان نواز — دردِ دل سے تیرے پیدا ہو گا روحانی نشاط

تیرا مستقبل دکھاتا ہے تباہی کی جھلک — شانِ استبداد ہے آئینہ دارِ انحطاط

امرِ حق مین لومِ لائم کی نہ کچھ پروا رہے — کارِ باطل مین نہ تحسین سے کچھ انبساط

کوئی لغزش ہو تو اظہارِ ندامت چاہئیے — کس لئے تاویلِ مقصد کیون ہو تعبیرِ مناط

خود نمائی خود ستائی خود پرستی تابکے — خاک کا پتلا ہے تو اور خاک کی ہی کیا بساط

قوم سے شیرازۂ مذہب کا استحکام ہے — اصل مین کمزوریٔ مذہب ہے قومی انحطاط

کوششِ احقاقِ حق ابطالِ باطل چاہئیے — تاکہ آئینِ صداقت مین ہو پیدا انضباط

خار و گل کو اک نظر سے دیکھ لے بالغ نظر — صلح جوئی ہے جہان مین مقتضائے احتیاط

ہستیٔ عالم کا اک اک جزو ملکر کل بنا — پردۂ کن مین ازل سے مستتر تھا اختلاط

ہست در کلِ جہان جزوے کہ آن در کار نیست
(نظیری)
نکتہ گر گم می شود میرزد از ہم ارتباط

غزل

از جناب جلیل قدوائی بی اے

اہلِ دل کا نہین اس دور مین پرسان کوئی — لئے بیٹھا ہے متاعِ غمِ پنہان کوئی

فکرِ پوشیدگیٔ راز مین ہین دیوانے — سی رہا ہے کوئی دامن تو گریبان کوئی

دیکھ اے مطربِ غم چھیڑ نہ یون سازِ جنون — ٹوٹ جائے نہ کہین تارِ رگِ جان کوئی

دل مین اک قطرۂ خون ہی سو جما رہتا ہے — اس سمندر مین اب اٹھتا نہین طوفان کوئی

حالِ دل سن کے مرا کوئی پشیمان کیون ہے — حالِ دل سن کے مرا ہو نہ پشیمان کوئی

چاک دل بھی نہین اب چاکِ گریبان کیسا — ہائے اتنا بھی نہ ہو بے سر و سامان کوئی

تابِ نظارگیٔ جلوۂ جانان کے لئے — لائے ہر بار نیا دیدۂ حیران کوئی

چھپ کے بیٹھا ہے جو وہ رشکِ بہاران دل مین — اب سماتا نہین نظرون مین گلستان کوئی

وقت پر منتِ اغیار گوارا کر لے — ہو نہ شرمندۂ الطافِ عزیزان کوئی

محفلِ شعر مین اس طرح غزل خوان ہے جلیل
جیسے ہو نغمہ سرا مرغِ خوش الحان کوئی

باب التقریظ والانتقاد

چمنستان شعراء

از

رائے لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی

اردو شاعری کی تاریخ کا سرمایہ جن کتابون سے مہیا کیا جا سکتا ہے اُن مین سب سے بڑا ماخذ اردو شعراء کے تذکرے ہین لیکن ایک مدت تک یہ تذکرے عام نگاہون سے پوشیدہ رہے، اس لئے ابتدا مین اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرنے مین سخت دشواریان پیش آئین اور انھین دشواریون کی بنا پر مولانا محمد حسین آزاد کا تذکرہ آب حیات بازاری گپون کا ایک دلچسپ مجموعہ بن گیا، لیکن چند دنون سے انجمن ترقی اُردو نے اس کمی کی طرف توجہ کی ہے، اور اُس کی کوشش سے اردو کے تمام قدیم و مستند تذکرے عالم وجود مین آرہے ہین، تذکرہ لطف، تذکرہ میر، تذکرہ میر حسن، تذکرہ قائم ہر امکانی تصحیح و تہذیب کے ساتھ انجمن کی طرف سے گذشتہ چند سالون مین بہ ترتیب شایع ہو چکے ہین، اور اب اس سلسلے مین انجمن نے ایک اور ضخیم تذکرے کو شایع کیا ہے جس کا نام چمنستان شعرا ہے،

اس تذکرے کے مصنف رائے لچھمی نراین شفیق ہین جن کے بزرگ اگرچہ لاہور کے رہنے والے تھے، لیکن ان کے آبا و اجداد نہایت قدیم زمانہ سے اورنگ آباد مین جاکر آباد ہو گئے تھے، اس لئے شفیق کی نشو و نما اور تعلیم و تربیت دکن ہی مین ہوئی اور اُس زمانے کی تعلیم و تربیت کی تمام خصوصیتین اُنہین پیدا ہو گئین، اس دور کی سب سے بڑی تعلیمی خصوصیت یہ تھی کہ بلا تفریق مذہب و ملت اُستاد و شاگرد مین نہایت خلوص و اتحاد قائم ہو جاتا تھا، اور اسی اتحاد کی بنا پر شاگرد استاد کے تمام محاسن کا آئینہ بن جاتا تھا، شفیق نے اسی اصول کے موافق کتب متعارفہ کی سند شیخ عبد القادر سے حاصل کی، اور فن شعر مین میر غلام علی آزاد بلگرامی کا شرف تلمذ حاصل کیا، میر غلام علی آزاد فن شعر و انشا کے بہت بڑے ماہر، فارسی و عربی علم ادب کے بہت بڑے عالم اور مختلف تاریخی و ادبی کتابون کے بہت بڑے مصنف تھے، شفیق نے بھی ان کے فیض تربیت سے ان چیزون مین کمال پیدا کیا، اور تاریخ و تذکرے کی متعدد کتابین تصنیف کین جن مین دو تذکرے تو فارسی گو شعراء کے ہین، اور زیر ریویو تذکرہ اردو شعراء کا ہے، اس تذکرے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اردو شعراء کے جو تذکرے آج تک شایع ہوئے ہین یا ان کے قلمی نسخے کتب خانوں مین محفوظ ہین وہ سب کے سب ہندوستانی اساتذہ یعنی اساتذۂ لکھنؤ اور اساتذۂ دلی کے لکھے ہوئے ہین، اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان اساتذہ نے شعرائے دکن کے حالات و کلام کی طرف بہت کم توجہ کی ہے، کچھ تو اس لئے کہ ان کو اُن کے حالات ہی معلوم نہ ہو سکے، اور کچھ اس لئے کہ اُنھون نے خود اُن کے کلام ہی کو مبتذل اور ناقابل التفات سمجھا، حالانکہ اردو شاعری دکن ہی سے شروع ہوئی ہے، اس لئے تاریخی حیثیت سے اُن شعراء کے حالات و کلام کی طرف بیش از بیش توجہ کی ضرورت تھی، لیکن زیر نظر تذکرہ ایک دکنی شاعر کا لکھا ہوا ہے، اس لئے اُس نے قدرتی طور پر شعرائے دکن کے حالات و کلام کو اس بے اعتنائی کے ساتھ نہین دیکھا ہے، اور اس لحاظ سے اس تذکرے سے اردو شاعری کی ابتدائی تاریخ کی بہت سی خصوصیتین بہ نسبت اور تذکرون کے زیادہ نمایان ہوتی ہین، مثلاً دکن مین چونکہ اردو شاعری کی بنیاد زیادہ تر دوہرہ و کبت پر قائم ہوئی تھی، اس لئے وہان کے شعراء کے کلام مین ملکی خصوصیتین زیادہ نمایان طور پر نظر آتی ہین مثلاً:-

درخت انبہ پر کوئل پکاری   مین یون جانا کہ پی نے بانگ ماری

پنگھٹ پہ چل کے دیکھ بہار ہجوم حسن
چنچل چلی ہے لکھ کھوے سر پر گھڑا ودھا

یہ دونون شعر سید شاہ تیر کے ہین جن کے حال مین شفیق نے لکھا ہے کہ "درغزل و رباعی و قطعہ بند و مرثیہ و دوہرہ و کبت و علم موسیقی مہارت تمام می دارد،

اس زمانہ مین اردو شاعری پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اردو شاعری کے لئے فارسی زبان کی بحرین غیر طبعی ہین، ملکی خصوصیت کے لحاظ سے اردو شعراء کو بھاکا کی بحرون مین شعر کہنا چاہئے، لیکن شفیق کے تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ دکن کے شعراء نے اس ملکی خصوصیت کو بہت کچھ قایم رکھا تھا، چنانچہ عارت خان عاجز کے تذکرے مین لکھا ہے،

"در بحر جھولنہ و کبت و اشلوک و دیگر ابحار تازہ ریختہاے متعدد دارد،

شفیق نے اگرچہ اس تذکرے کی بنیاد میر تقی میر اور فتح علی خان کے تذکرے پر رکھی ہے، لیکن خود بہت سے شعراء کے حالات کا اس قدر اضافہ کر دیا ہے، کہ یہ تذکرہ ان دونون تذکرون سے بہت زیادہ ضخیم اور مختلف ہو گیا ہے، تاہم خود اردو شعراء کے حالات مین بذات خود کوئی دلچسپی نہیں ہے، اصلی چیز اشعار کا انتخاب ہے، جس سے اردو شاعری کے متعلق بہت سے تاریخی تغیرات و انقلابات کا پتہ چلتا ہے، اور اس لحاظ سے شفیق کا تذکرہ اردو کے اور تذکرون سے بہت زیادہ مفید ہے، اس نے اشعار کے انتخاب کی طرف غیر معمولی توجہ کی ہے، اور شعراء کے کلام کا انتخاب بہت زیادہ کیا ہے، جن سے اردو شاعری کے متعلق بہت سی تاریخی معلومات حاصل ہو سکتی ہین،

اس تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ شفیق ایک نہایت وسیع النظر شاعر تھا، اور فارسی اور اردو شعراء کے کلام کا اس نے بکثرت مطالعہ کیا تھا، چنانچہ اس نے یقین کے تذکرے مین ایک موقع پر سرقہ کی بحث مین لکھا ہے،

"چہارم گروہے اند کہ مضمون زبانے بزبانے دیگر باحسن وجہ بیارند چنانچہ مضمون فارسی

بریختہ و مضمون کبت بفارسی علی ہذا القیاس این امر احسن پنداشتہ اند و دورا نام نہادہ اما در بستگی او قصور راہ نیابد،

اس کے بعد کئی صفحون مین فارسی اور اردو کے اشعار نقل کئے ہین، جنکے مضامین فارسی سے اردو مین، بھاکا سے فارسی مین اور اردو سے اردو مین نقل کئے گئے ہین، بہر حال مختلف حیثیتون سے یہ تذکرہ نہایت مفید اور دلچسپ ہے، اور ۲۷۰ صفحات کی ضخامت مین ٹائپ مین عمدہ کاغذ پر چھاپا گیا ہے، دفتر انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن سے ملے گا، قیمت عہ ہے، "ع"

مطبوعاتِ جدیدہ

ساوتری، قیمت پتہ شمس الاسلام بک ڈپو، بلی ماران دہلی، یہ ایک "تبلیغی" افسانہ ہے جو اخبار الجمعیۃ دہلی مین کفرستان اجودھیا مین ایک سعادت مند روح" کے عنوان سے شایع ہوتا رہا ہے، اور اب کتابی شکل مین "ساوتری" کے نام سے شایع ہوا ہے، فسانہ کا ماحصل یہ ہے کہ ساوتری ایک شریف متعصب ہندو گھرانے کی ایک خاتون ہے، جو قریب کی ایک مسجد سے ایک خوش الحان قاری کی آواز سنکر متاثر ہوتی ہے، مگر اہلِ خاندان کی روک ٹوک کے غم سے بیمار پڑجاتی ہے، اس کا شوہر علاج و معالجہ کراتا ہے جو بے سود ثابت ہوتا ہے، پھر آسیب زدہ خیال کرکے انھین قاری صاحب کے پاس بڑے قیل وقال کے بعد اسکو خفیہ طور پر لیجاتا ہے، وہان وید و قرآن مجید کے موازنہ کی بحث چھڑتی ہے، اور ساوتری یکایک قبولِ اسلام کرتی ہے، شوہر مزاحم ہوتا ہے، قاری صاحب ساوتری کو اپنے قبضہ مین کرتے ہین، اور زمانہ عہد اسلامی ہے، اسکو وہان سے فیض آباد کے قاضی صاحب کے یہان بحفاظت منتقل کرتے ہین، پھر ساوتری کی مان بھی اسلام قبول کرتی ہے، اور بالآخر ساوتری کا شوہر بھی اس کی محبت مین حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاتا ہے،

نغمہ اور اسلام، مولفہ مولوی محمد علی شاہ صاحب میکش، حجم ۴۸ صفحے، قیمت ۲ ؍ پتہ:- جناب میکش، میوہ کٹرہ، آگرہ،

اس رسالہ مین شریعت اسلام کے رو سے موسیقی کے جواز کے دلائل یکجا کئے گئے ہین، ابتدا کے ۱۴ صفحون مین "ادب لطیف" کے رنگ مین فلسفہ جمالیات کا مرقع موضوع سے کسی قدر الگ ہو کر کھینچا گیا ہے، اس کے بعد موسیقی کے جواز کی بحث آتی ہے، اور پھر اسی مین سماع کی بحث پیدا

کرکے احیاء العلوم کی کتاب آداب السماع اور نفائم الاشواق وغیرہ کی روشنی مین موسیقی و سماع کے جواز پر مدلل بحث کی گئی ہے، جس سے موضوع کے تقریباً تمام شعبون پر ہلکی روشنی پڑجاتی ہے، لیکن ضرورت تھی کہ جواز کے رد مین جو رسائل شایع ہوئے ہین، ان کے مباحث بھی نگاہ مین رہتے، سب سے آخر مین سماع کے رسوم و آداب بتاکر رسالہ ختم ہوتا ہے،

میکدۂ کیفی، مرتبہ جناب حافظ علی حسن صاحب ص ۸۴ قیمت درج نہین، پتہ:- ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد، جناب مولانا محمد یسین صاحب کیفی چریاکوٹی اخباری دنیا کے متعارف شاعر اور صاحب قلم ہین، جناب حافظ صاحب نے اس رسالہ مین ان کی چیدہ فارسی اور اردو غزلین اور ہندی نظمین جمع کی ہین، ابتدا مین کیفی صاحب کے ذاتی و خاندانی حالات بھی ہین،

خیابانِ خلیل، مرتبہ جناب مولوی سید علی اصغر صاحب ص ۸۴، قیمت درج نہین پتہ ناظم صاحب ریاست ٹونک،

ضرب الامثال کو ہر زبان کی ادبیات مین خاص درجہ حاصل ہے، اردو مین بھی ان کی کافی تعداد موجود ہے، لیکن شاید کسی شخص نے ان کو بالاستیعاب پابندِ نظم کرنے کی کوشش نہین کی ہے، اب جناب علی اصغر صاحب نے یہ رسالہ شایع کرکے ہمارے سامنے ایک والیٔ ریاست کی ایک علمی خدمت کا نمونہ پیش کیا ہے، جناب نواب سر محمد ابراہیم علی خان صاحب بہادر والیٔ ٹونک نے تقریباً اردو کی پچاس کہاوتون کو مختلف طریقون سے نظم کیا ہے، اور مولوی صاحب موصوف نے ایک دیباچہ کے ساتھ ان کو مندرجۂ بالا نام سے شایع کیا ہے، رسالہ نوعیتِ مضمون کی وجہ سے انوکھا اور قابلِ مطالعہ ہے،

حالاتِ قدسی، مرتبہ جناب اقبال حسین خان صاحب وکیل ص ۸۴ قیمت درج نہین، پتہ:- مرتب، بھوپال،

جناب خواجہ ناصر الدین محمد اسد الرحمٰن قدسی موجودہ مشہور صوفیون مین شاید سب سے کم سن ہین،

جناب اقبال حسین صاحب نے اس رسالے مین اپنے پیر کے حالات قلمبند کئے ہین، ابتدا مین حامد سعید صاحب بھوپالی کا مقدمہ ہے، ترجمہ مین تصوف وغیرہ پر بھی بحث ہے، کتاب کی زبان صاف اور اچھی ہے، تذکرۂ صوفیہ سے شغف رکھنے والون کے لئے اس کا مطالعہ یقیناً دلچسپ ہوگا،

چہار گلشن، مصنفۂ مولوی شاہ عبد الحیٔ صاحب واعظ لاہوری ص ۲۵۶ قیمت عہر پتہ:۔ کے، حاجی محمد محی الدین سوداگر تاجر کتب موچی بازار عسکر بنگلور،

جناب شاہ صاحب مرحوم نے اس کتاب مین ائمہ اربعہ کے فضائل کو نظم و نثر مین بیان کیا ہے کتاب تین حصون پر مشتمل ہے، (۱) نظم، اس کے چار حصے ہین اور اسی لئے اس کا نام چہار گلشن ہے، اور ہر گلشن مین متعدد خیابان ہین، (۲) نثر اس کے دو حصے ہین (الف) گلدستہ، اس کے متعدد ابواب کو گل کہا گیا ہے، اور اسمین ائمہ کی تقلید ثابت کی گئی ہے اور (ب) میزان المحققین، اس مین اختلافی مسائل لکھے گئے ہین،

دروس منظوم، مولفہ مولوی قمر علی صاحب تکمیل عربی ص ۳۲، قیمت ۴ر، پتہ:۔ فیضی پریس محلہ شاہ آباد

اس رسالہ مین عربی الفاظ کو خالق باری کی طرز پر منظوم کیا گیا ہے لیکن اسکے ساتھ حاشیہ کے ذریعہ اہم مطالب کی تشریح اور مختلف بحرون کے ذریعہ معمولی عروض کی تعلیم کا سامان کر کے اس کتاب کو اس قسم کی دوسری کتابون سے ممتاز کر دیا گیا ہے، ایک لایق استاد کے زیر ہدایت اس کتاب سے عربی کی معمولی صلاحیت حاصل کر لیجا سکتی ہے، مولوی صاحب موصوف کی ایک دوسری تصنیف **درختِ خرد**، قیمت ۴ر، ہے، اسمین صنعت مقلوب کے متعدد نمونون کو ایک فسانہ کی شکل مین پیش کیا گیا ہے، یہ "اردو" دلچسپ اور فرصت کے وقت لایقِ مطالعہ ہے،

"ن"